قال الله تعالى تلك امانيهم قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين

لما دلت الآية على ان الدعوى بلا برهان مما يجب منه التعفف كان الحكم على

غير الحديث بكونه حديثا واخذا في التعسف كما ان عكسه داخل في التعسف كان

الابتلاء في هاتين البليتين قد كثر في احاديث التصوف فكانت الرسالة الملقبة به

التشرف بمعرفة احاديث التصوف

مع ترجمتها الموسومة به

تكميل التعرف في تسهيل التشرف

وافية عن كلية ما فيها من التحقيق والتعرف خالية عن المجازفة والتكلف و

هذا جزء ثالث منها فالحائز عليها بعيد ان شاء الله تعالى عن التاسف الى التخلف

من تصنيفات صاحب الفهم والتعرف كاشف معضلات التصوف مولانا المولوي الحافظ

الحاج الشاه اشرف علي سلمه الله الولي العلي فلاجل افادة اهل التلطف

اهتم بطبعها محمد عثمان حفظه الله عن التلهف

في المطبع المعروف جامعه پريس الواقع في دهلي

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنے کا عمدہ سفینہ ہے منبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کے لئے بے مثل رہنما ہے ہمت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے۔ شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کے لئے اتمام حجت ہے۔ اور محبین کے لئے موجب ازدیاد محبت ہے اس کی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے۔ پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنے والے اور کدھر ہیں طریقت سے شریعت کو جدا بتانے والے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کر کے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالےٰ ہر ایک مسئلہ پر آیات قرآنی سے استدلال دیکھکر ان کو واضح ہو جائے گا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے۔

قیمت تین روپیہ چار آنہ (۳؍۴)

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

۴۲۵

الشطر الثالث من التشرف

اکثر احادیثہ من الجامع الصغیر للسیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علی ترتیب حروف المعجم وھذہ رموزہ من المصنف (خ) للبخاری (م) للمسلم (ق) لھما (د) لابی داؤد (ت) للترمذی (ن) للنسائی (ہ) لابن ماجہ (۴) لھؤلاء الاربعۃ (۳) لھم الا ابن ماجہ (حم) لاحمد فی مسندہ (عم) لابنہ عبد اللہ فی زوائدہ (ک) للحاکم فان کان فی مستدرکہ اطلقت والا بینتہ (خد) للبخاری فی الادب (تخ) لہ فی التاریخ (حب) لابن حبان فی صحیحہ (طب) للطبرانی فی الکبیر (طس) لہ فی الاوسط (طص) لہ فی الصغیر (ص) سعید بن منصور فی سننہ (ش) لابن ابی شیبۃ (عب) لعبد الرزاق فی الجامع (ع) لابی یعلی فی مسندہ (قط) للدارقطنی فان کان فی السنن اطلقتہ والا بینتہ (فر) للدیلمی فی مسند الفردوس (حل) لابی نعیم فی الحلیۃ (ھب) للبیھقی فی شعب الایمان (ھق) لہ فی السنن (عد) لابن عدی فی الکامل (عق) للعقیلی فی الضعفاء (خط) للخطیب فان کان فی التاریخ اطلقت والا بینتہ اھ والحروف المرموز بھا الی الحدیث الصحیح والحسن والضعیف ھی (صح) و (ح) و (ض) وضعت عقب رواۃ الحدیث بین قوسین وقلیلھا من کنوز الحقائق بالترتیب المذکور واصرح فیہ باسماء مخرجیہ بغیر الرموز وما کان بالرموز

فهو من الجامع الصغير وما كان من الجامع لغير السيوطي وهو نادر اكتب فيه حرف (ج) في اول الحديث وهذا هو المميز بين احاديث الكتابين ؛ والله اسأل النفع بالنصابين. آمين۔

الحديث - آفة العلم النسيان واضاعته ان تحدث به غير اهله (ابن ابي شيبه)

ف فيه مسئلتان من الطريق احدهما التحريض على مذاكرة العلم النافع ومنه علم الطريق لان النسيان اكثر ما يكون من عدم المذاكرة والمذاكرة لا يكون الا مع اهله للنهي عن تحديث غير الاهل في عين هذا الحديث وكان حاصله الامر بالقاء مسائل الفن على الطالبين والامر بالشئ نهي عن ضده فكان نهيا عن اخفاءها عنهم كديدن بعض البخلاء الذين فرحوا بما عندهم من العلم ويكرهون مشاركة غيرهم معهم ان الله لا يحب من كان مختالا فخورا الذين يبخلون ويأمرون الناس بالبخل ويكتمون ما آتاهم من فضله والثانية النهي عن اظهار المسائل الدقيقة

حدیث علم کی آفت بھول جانا ہے اور علم کی اضاعت یہ ہے کہ اوسکو ایسے شخص سے بیان کرو جو اوس کا اہل نہ ہو۔

ف۔ اس میں طریق کے دو مسئلے مذکور ہیں ایک ترغیب دینا ہے علم نافع کے مذاکرہ پر اور اس علم نافع میں علوم طریقت بھی آ گئے (اور مذاکرہ کی ترغیب اسلئے (ہے) کہ نسیان اکثر عدم مذاکرہ سے ہوتا ہے اور مذاکرہ اہل ہی کے ساتھ ہوگا کیونکہ غیر اہل کے سامنے بیان کرنے سے خود اس حدیث میں نہی ہے۔ پس حاصل اس کا اس بات کا امر ہوا کہ مسائل فن طالبین کو بتلاتے رہیں اور کسی بات کا امر کرنا اوسکی ضد سے نہی ہوتی ہے سو طالبین سے اون مسائل کے اخفاء کرنے کی ممانعت بھی ہوئی جیسے بعض بخیلوں کا شیوہ ہے جو اپنے معلومات پر اتراتے ہیں اور اسکو ناپسند کرتے ہیں کہ ان علوم میں کوئی دوسرا ان کا شریک ہو جائے اور اللہ تعالی ایسے

التحریض علی المذاکرۃ العلم النافع والامر بالقاء وتحدیث غیر الاہل

الغامضة من النفي عند غير الاهل من الاغبياء او المنکرین وهذا کله عادة المحققین

لوگوں کو پسند نہیں فرماتے جو اترانے والے فخر کرنے والے ہوں جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرونکو بھی بخل کی فرمائش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھہ اون کو اپنے فضل سے دیا ہے اوسکو چھپاتے ہیں اور دوسرا مسئلہ نا اہلوں کے سامنے جو کہ غبی ہیں یا منکر ہیں فن کے باریک مسائل کے بیان کرنے سے ممانعت ہے اور یہ سب عادت ہے محققین کی +

۳ اصل التواجد

الحدیث- اتلوا القران وابکوا فان لم تبکوا فتباکوا (ابن ماجہ) **ف** هو اصل للتواجد فان البکاء وجد والتباکی تواجد والشرط صدق النیة من جلب الرقة والخشوع دون الریاء والسمعة فانه حرام فلا یلام علی الصادقین من المتواجدین ولا یذب عن الکاذبین منهم

حدیث- قرآن پڑہتے ہوئے رویا کرو (یعنی خدا تعالیٰ کی محبت یا خشیت سے) اور اگر رونا نہ آوے تو رونے کی صورت بناؤ **ف** یہ اصل ہے تواجد کی کیونکہ رونا وجد ہے اور رونے کی صورت بنانا تواجد ہے مگر شرط یہ ہے کہ نیت صادق ہو یعنی رقت اور خشوع کا پیدا کرنا نمایش وشہرت کی نیت نہ ہو وہ توحرام ہے پس اہل تواجد میں جو صادق ہیں اونپر ملامت نہ کی جاوے گی اور جو ان میں کاذب ہیں اون کی حمایت نہ کی جاوے گی (اور من تشبہ بقوم فہو منہم سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ تواجد تشبہ ہے اہل وجد کیساتھہ اور قوم عام ہے اہل خیر و اہل شر دونوں کو)

الرزق من حیث لا یحتسب

الحدیث- ابی اللہ ان یرزق عبد المومن الا من حیث لا یحتسب (فر) عن ابی هریرة (هب) عن علی **ف** ویشاهد هذا الشان فی الجماعة الصوفیة فهو من ابین الشواهد

حدیث اللہ تعالیٰ کو اپنے مومن بندہ کو ایسی ہی جگہ سے رزق دینا منظور ہے جہاں اوس کا گمان نہ ہو **ف** جماعت صوفیہ میں اس شان کا صاف مشاہدہ ہوتا ہے تو یہ بہت صاف

علی کمال ایمانہم عند اللّٰہ۔

شہادت ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کامل ہیں +

الحدیث۔ ابغض الرجال الی اللّٰہ الالد الخصم (ق حم ت ن) عن عائشۃ (صح)

حدیث۔ سب سے زیادہ مبغوض اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو ضدی جھگڑالو ہو۔

ف ومن ثم تری اہل الطریق یعرضون عن خطاب اللجوج فی الکلام کیلا یجر الکلام الی الخصام

ف۔ اسی جگہ سے تم اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ وہ ایسے شخص سے خطاب ہی نہیں کرتے جو گفتگو میں پیچ کرنے والا ہوتا کہ گفتگو میں جھگڑے تک کی نوبت نہ آجاوے (اور حدیث کی وعید میں داخل نہ ہو جاویں)

قول فیصل

الحدیث اتانی جبریل فقال یا محمد عش ماشئت فانک میت واحبب من شئت فانک مفارقہ واعمل ماشئت فانک مجزی بہ واعلم ان شرف المؤمن قیامہ باللیل وعزہ استغناءہ عن الناس الشیرازی فی الالقاب (ک ھب) عن سہل بن سعد (ھب) عن جابر (حل) عن علی (صح)

حدیث۔ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ اے محمدؐ جتنا چاہو جیتے رہو مگر مرنے والے ضرور ہو۔ اور جس سے چاہو محبت کرلو مگر اوس سے جدا ہونے والے ضرور ہو اور جو چاہو عمل کرلو مگر اوسکی جزا پانے والے ضرور ہو اور معلوم کرلو کہ مومن کا شرف (عبادت کے ساتھ) اوسکی شب بیداری ہے اور اوسکی عزت اوس کا لوگوں سے مستغنی رہنا ہے

۴

ف المقصود بالجملۃ الاولی استحضار الموت وبالثانیۃ عدم الشغف بالمخلوق وبالثالثۃ مراقبۃ الجزاء مع القیام باللیل والاستغناء عن الناس وھذا کلہ کالشعار للقوم کما ھو ظاھر

ف (حدیث میں پہلے جملہ سے مقصود موت کا یاد رکھنا ہے اور دوسرے جملہ سے مخلوق کیساتھ زیادہ تعلق نہ رکھنا ہے اور تیسرے جملہ سے جزاء کا خیال رکھنا ہے اسکے ساتھ ہی قیام لیل اور لوگوں سے استغناء رکھنا ہے اور یہ سب صوفیہ کا گویا شعار ہے جیسا کہ ظاہر ہے +

بعض خصائص القوم

(باقی آئندہ)

الحديث اتق المحارم تكن اعبد الناس وارض بما قسم الله تكن اغنى الناس واحسن الى جارك تكن مؤمنا واحب للناس ما تحب لنفسك تكن مسلما ولا تكثر الضحك فان كثرة الضحك تميت القلب (حم ت هب) عن ابى هريرة **ف** وهذه من اخص مقامات الطريق۔

حدیث۔ حرام چیزوں سے بچ تو سب آدمیوں سے زیادہ عابد ہو جاویگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیری قسمت میں لکھدیا ہے اوس پر راضی رہ تو سب آدمیوں سے زیادہ غنی ہو جاوے گا اور اپنے پڑوسی کے ساتھ سلوک کیا کر تو مومن (کامل) ہو جائے گا اور دوسرے لوگوں کے لئے اوس چیز کو پسند کر جسکو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو مسلمان (کامل) ہو جائیگا۔ اور کثرت سے مت ہنسا کر کیونکہ کثرت سے ہنسنا قلب کو مردہ کر دیتا ہے **ف** یہ اعمال طریقت کے خاص مقامات سے ہیں۔

الحديث اتقوا الدنيا واتقوا النساء فان ابليس طلاع رصاد وما هو بشئ من فخوخه باوثق لصيده فى الاتقياء من النساء (فر) عن معاذ (رض) **ف** فيه الامر بالتجنب عن النساء غير الازواج والمحارم اشد تجنب ويغلط فيه اكثر من تزيا بزى القوم يتساهلون فى امر النساء ويقعون فى فتن داهية من المفاسد الظاهرة والباطنة فالحذر الحذر تكن اورع البشر

حدیث۔ دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو کیونکہ ابلیس تاک میں رہتا ہے گھات میں رہتا ہے اور وہ اپنے مختلف جالوں سے کسی جال پر متقیوں کے شکار کرنے کے لئے عورتوں (کے جال) سے زیادہ بھروسہ نہیں رکھتا **ف** اس حدیث میں بجز اپنے محرم اور منکوحہ عورتوں کے دوسری عورتوں سے بہت سختی کے ساتھ بچنے کا حکم ہے اور اس باب میں وہ لوگ کثرت سے غلطی کرتے ہیں جو صوفیہ کی وضع میں رہتے ہیں کہ عورتوں کے معاملہ میں بہت ڈھیلا پن برتتے ہیں

اور بڑے سخت فتنوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں ظاہری مفاسد میں بھی (مثل نظر بد و تلذذ بالکلام وغیرہ) اور باطنی مفاسد میں بھی (مثل میلان وہیجان) پس بچتے رہو بچتے رہو تم سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہوجاؤگے (مولانا رومیؒ نے جو عورتوں کے جال ہوجانیکا ذکر فرمایا ہے یہ حدیث اوس کا ماخذ ہوسکتی ہے ؎

گفت ابلیس لعیں دادار را ۔ دام زفتے خواہم ایں اشکار را

الی ان قال ؎

چونکہ خوبی زنان با او نمود ۔ کہ زعقل و صبر مردان میربود
پس زد انگشتک برقص اندر فتاد ۔ کہ بدہ زوتر رسیدم بر مراد
چوں بدید آن چشمہائے پرخمار ۔ کہ کند عقل و خرد را در خمار
واں صفائے عارض آن دلبران ۔ کہ بسوزد چوں سپند ایں دل بران
روی و خال و ابرو و لب چوں عقیق ۔ گوئیا خورتافت از پردہ رقیق
قد چوں سرو خراماں در چمن ۔ خد ہمچون یاسمین و نسترن ۶
چونکہ دید آں غنج و برجست او سبک ۔ چون تجلی حق از پردہ تنک
عالمی شد والہ حیران و دنگ ۔ زاں کرشم و زان دلال نیک شنگ

الحدیث ۔ اتقوا زلۃ العالم وانتظروا فیئتہ الحلوانی (عد ہق)

ف معناہ عندی لا تقتدوا بالعالم فی زلتہ وعدولہ عن الصواب لکن لا تعجلوا فی ترکہ والاعراض عنہ وانتظروا رجوعہ فان رجع فھو المقتدی کما کان وان لم یرجع فاترکوا اطاعتہ واھجروہ ھجرا جمیلا وفیہ ادب

حدیث ۔ عالم کی لغزش سے بچو اور اوس کے رجوع کرنے کے منتظر رہو ۔

ف ۔ حدیث کے معنے میرے نزدیک یہ ہیں کہ عالم سے اگر لغزش ہو جاوے اور راہ صواب سے وہ عدول کرنے لگے تو اس باب میں اوس کا اقتدا مت کرو ۔ لیکن اوس سے قطع تعلق کردینے میں بھی جلدی مت کرو بلکہ اوس کے رجوع کے منتظر رہو اگر وہ

الطالب مع الشيخ اذا وجد منه
شئ منكر في الظاهر فان احتمل
التاويل فلا تترك صحبته فان
تحسين الظن اعظم شئ في الطريق
خصوصا بالشيخ و دليله قوله
صلى الله عليه وسلم على ما رواه
الترمذي في كتاب التفسير
في قصة موسى والخضر يرحم الله
موسى لوددنا انه كان صبر حتى
يقص علينا من اخبارهما الحديث
فانظر كيف تمنى رسول الله
صلى الله عليه وسلم سكوت موسى
عليه السلام ورجحه على انكاره
مع رؤية المتكرات ظاهرا وان لم
يحتمل التاويل فانتظر فان
رجع الى الصواب فالله يقبل
التوبة عن عباده وان اصر عليه
فاترك صحبته واتخذ شيخا غيره
لكن لما افادك في ايام حاجتك
فلا تنس احسانه ولا تؤذه
ولا تغتبه وهذا هو الهجر
الجميل وهذا التفصيل كله
في الصبر معه والانقطاع عنه

رجوع کرے تو وہ بدستور سابق مقتدا ر
ہے اور اگر رجوع نہ کرے تو اوسکی
اطاعت چھوڑ دو۔ اور شائستہ طریق
پر اوس سے علاقہ قطع کر دو اور اس میں
طالب کا ادب (تعلیم کیا گیا) ہے شیخ
کے ساتھ جب اوس سے کوئی ایسی بات
صادر ہو جو ظاہرا منکر ہے سو اگر وہ تاویل
کو محتمل ہو تو اوسکی صحبت ترک مت کرو
کیونکہ نیک گمان رکھنا یہ طریق میں
بہت بڑی چیز ہے خصوصاً شیخ کے
ساتھ دلیل اسکی حضور اقدس صلی اللہ
۷ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا ترمذی نے
کتاب التفسیر قصہ موسی وخضر میں روایت
کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی
رحمت فرماوے موسے علیہ السلام
پر ہم کو اس بات کی تمنا ہوتی ہے
کہ وہ صبر فرماتے (اور خضر علیہ السلام
پر روک ٹوک نہ کرتے) تاکہ اون کی
خبریں ہم سے اور بیان کی جاتیں سو
دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس بات کی کیسی تمنا فرمائی کہ موسے
علیہ السلام سکوت فرماتے اور سکوت
کو نکیر پر کیسے ترجیح دی باوجودیکہ

اما الاقتداء معه في المنكر فلا مساغ فيه اصلا سواء امرك به او قلدته من غير امره وعدم الاقتداء هو المراد بالجزء الاول من الحديث والصبر معه مع الشرائط الخاصة الثابتة بالكليات الشرعية هو المراد بالجزء الثاني منه

ایسے واقعات بھی دیکھے جو ظاہراً منکر تھے (یہ تو اوس صورت میں ہے جب تاویل کا احتمال ہو) اور اگر (وہ امر) تاویل کو محتمل نہ ہو تو (بھی جلدی مت کرو بلکہ) منتظر رہو اگر وہ صواب کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں تو یہ قبول ہے اور اگر وہ اوسپر اصرار کرے تو اوسکی صحبت چھوڑ دو اور کسی اور شیخ کو تجویز کر لو۔ لیکن چونکہ اوس نے تم کو تمہاری حاجت کے زمانہ میں فائدہ پہونچایا ہے تو اوس کے احسان کو مت بھولو۔ اور اوسکو ایذا مت دو اور اوسکی غیبت نہ کرو۔ اور یہی ہے شایستہ طریق پر چھوڑ دینا اور یہ سب
8 تفصیل اسمیں تھی کہ اوس کے ساتھ نباہ کیا جاوے یا اوس سے قطع تعلق کر لیا جاوے رہا اوس منکر میں اوسکی اقتداء کرنا سو اسمیں کوئی گنجایش نہیں خواہ وہ تم کو اوس امر کا حکم دے یا بدون اوس کے حکم کے خود اوسکی تقلید کرنے لگو (کسی طرح اسکی گنجایش نہیں) اور یہ اقتداء نکرنا مراد ہے (حدیث کے) جزو اول سے (کہ عالم کی لغزش سے بچو) اور اوس کے ساتھ نباہ کرنا خاص شرائط کے ساتھ جو قواعد شرعیہ سے ثابت ہیں (جیسا اوپر کی تقریر میں بیان کیا گیا) مراد ہے (حدیث کے) جزو ثانی سے (کہ اس کے رجوع کرنے کے منتظر رہو۔

مکافات احسان بالدعاء

الحديث اثيبوا اخاكم ادعوا له بالبركة فان الرجل اذا اكل طعامه وشرب شرابه ثم دعا له بالبركة فذلك ثوابه منهم

حدیث اپنے (محسن) بھائی کو (احسان کا) بدلہ دیا کرو (اسطرح سے کہ) اوس کے لئے برکت کی دعا کیا کرو۔ کیونکہ آدمی جب اوس (بھائی) کا

(باقی آئندہ)

(وهب) عن جابر (ح) ف فيه الدعاء للمحسن وكانه كالطبيعة للقوم يدعون ابلغ دعاء لمن احسن اليهم وان كان بشئ قليل فهم ينظرون الى الحقيقة النعمة لا الى قدرها

کہانا کہانے اور اوس کا پانی پیئے پہر اوس کے لئے برکت کی دعا کردے تو یہ (دعا کرنا) اوس کا بدلہ ہوجاتا ہے ان (کہانے پینے والوں) کی طرف سے

ف۔ اس حدیث میں محسن کیلئے دعا کا حکم ہے اور یہ (امر) صوفیہ کے لیئے مثل امر طبعی کے ہے جو شخص ان کے ساتھ کوئی احسان کرتا ہے یہ اسکی لیے بہت مبالغہ کے ساتھ دعا کرتے ہیں اگرچہ وہ احسان بہت ہی ادنیٰ چیز کا ہو سو یہ لوگ نعمت کی حقیقت کو دیکھتے ہیں (اور حقیقت کثیر و قلیل میں مشترک ہے) اوسکی مقدار کو نہیں دیکھتے (کہ قلیل ہے)

الحديث اجتنبوا مجالس العشيرة (ص) عن ابان بن عثمان مرسلاً قال العزيزي في شرحه اى الرفقاء المتعاشرين الذين يكثرون الكلام في غير ذكر الله تعالى وما والاه لما يقع فيها من اللغو واللهو واضاعة الواجبات قال الشيخ حديث ضعيف اه ف لكن لا يضر فيما تأيد بالدليل الصحيح وهو الكتاب كما هو ظاهر وهذا الاجتناب هو سر العزلة المعتادة للقوم فان الكثر المجالس

9 **حدیث**۔ یاراباشی کی مجلسوں سے بچو یعنی ایسے رفیقوں سے بچو جو باہم یارانہ رکہتے ہیں اور ایسے کلام کی کثرت کرتے ہیں جو نہ ذکر اللہ ہے نہ اسکے متعلق ہے (اور بچنے کا حکم اسلیئے ہوا) کہ ایسی مجالس میں لغو اور لہو اور اضاعۃ واجبات واقع ہوتا ہے

ف اور ایسی صحبت سے بچنا ہی راز ہے اوس عزلت کا جو صوفیہ کا معمول ہے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر مجالس ایسی ہی ہوتی ہیں پس ان پر یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ یہ تارک سنت ہیں کیونکہ شریعت میں

في هذا الزمان كن لك فلا
يلزمهم ترك سنة الجماعة
المطلوبة في الشرع

اجتماع مطلوب ہے۔ اعتراض کا عدم
لزوم ظاہر ہے کیونکہ ایسا اجتماع
مطلوب اور مسنون نہیں بلکہ دوسرے
دلائل سے منہی عنہ ہے۔

الحديث (٦) اجرؤكم
على الفتيا اجرؤكم على النار (الدار)
عن عبيد الله بن ابي جعفر مرسلا
في العزيزي قال الشيخ حديث
ضعيف ف قلت ولا يضر
الضعف لتايده بقوله تعالى
ولا تقف ما ليس لك به علم
10 وقوله تعالى وان الظن لا يغني
من الحق شيئا ومن ثم ترى
القوم يحتاطون من الفتيا
ويحيلونها على المشتغلين
بها الا ان يضطروا اليها فلا
يلزمهم كتمان العلم

الحدیث۔ جو شخص فتوی دینے میں
زیادہ جسری ہوگا وہ دوزخ (میں جانے)
پر زیادہ جسری ہوگا۔ ف اسی وجہ
سے تم حضرات صوفیہ کو دیکھتے
ہو کہ (اونہیں جو علما رکھی ہیں) وہ
(بھی) فتوے دینے سے احتیاط
کرتے ہیں اور اوسکو اون لوگوں
پر حوالہ کر دیتے ہیں جو اس میں
مشغول ہیں۔ لیکن اگر ضرورت ہی
ہو جائے تو اور بات ہے پس انپر
یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ یہ احکام
کو چھپاتے ہیں (جیسے بعض بیہودہ
اس کا الزام دینے لگتے ہیں کیونکہ
وعید اوسوقت ہے جب دوسرے طریق سے حاجت رفع نہ ہو سکے)

الحديث اجملوا في طلب الدنيا
فان كلا ميسر لما كتب له منها (كطب)
عن ابي حميد الساعدي قال العزيزي
وهو حديث صحيح ف وهذا كالامر
الطبعي للقوم من عدم شدة الاهتمام

حدیث۔ دنیا حاصل کرنے میں
سرسری سعی کرو (زیادہ انہماک مت کرو)
ہر شخص کو وہی میسر ہوتا ہے جو اوسکے
لیے مقدر ہے ف اور یہ طریقہ
صوفیہ کے لیے مثل امر طبعی کے ہے

الحذر عن المبادرة الى الافتاء

عدم الحرص في طلب الرزق

بطلب الدنیا وعدم اجهاد النفس فیه

کہ تحصیل دنیا میں اہتمام شدید نہیں کرتے اور اپنے نفس کو مصیبت میں نہیں ڈالتے۔

الحدیث اجوع الناس طالب العلم واشبعهم الذی لا یبتغیه ابو نعیم فی کتاب العلم (فر) عن ابن عمر فی العزیزی قال الشیخ حدیث ضعیف **ف** ولا یضر لان النصوص متظافرة فی الترغیب علی الزیادة فی العلم وفیه اصلاح لمن لا یهتم بالعلوم الضروریة الدینیة ویدعی السلوک للوصول الی الله تعالی واقبح منه من یذم العلم ویعتقده مضرا بالطریق اعاذنا الله تعالی من الجهل والزیغ

حدیث۔ سب میں زیادہ بھوکا علم (نافع) کا طالب ہے (کہ اوسکو اوس کا نفع اور لذت دیکھکر اوس سے کبھی سیری ہی نہیں ہوتی) اور سب میں زیادہ شکم سیر وہ ہے جو اوس کا طالب نہو (یے رغبتی میں سیری سے تشبیہ دی گئی)

ف اسمیں اون لوگوں کی اصلاح
11 ہے جو علم دینی ضروری کا اہتمام نہیں کرتے اور وصول الی اللہ کی غرض سے سلوک کا دعوی کرتے ہیں اور اس سے بدتر وہ لوگ ہیں جو علم کی مذمت کرتے ہیں اور اوسکو طریق کے لیئے مضر سمجھتے ہیں اللہ تعالی جہل اور کجی سے محفوظ رکھے۔

الحدیث احب الاعمال الی الله تعالی بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم (طب) عن ابن عباس قال العزیزی وهو حدیث ضعیف قلت لکنه معلوم من قواعد الشرع فلا یضر ضعف الاسناد کیف

حدیث سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالی کے نزدیک بعد فرائض کے مسلمان پر مسرت کا داخل کرنا ہے میں کہتا ہوں کہ گو یہ حدیث سندا ضعیف ہے مگر قواعد شرع سے معلوم ہے حدیث صحیح میں حکم ہے کہ

وقد روی فی الصحیح قولہ صلی اللہ
علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا وکون السرور
لازما للبشارۃ ظاہر وہذا الخلق
کانہ من طبیعۃ القوم

الحدیث احبوا الفقراء
وجالسوہم واحب العرب من قلبک
ولیردک عن الناس ما تعلم من
نفسک رواہ الحاکم عن ابی ہریرۃ وصحح قلت
لیس المراد بالفقراء من لا مال
لہم بل من لہم مسکنۃ وتذلل
وان کانوا اولی ثروۃ وورد فی
حدیث آخر من الجامع الصغیر سوال
اتبعوا العلماء فانہم سراج الدنیا
ومصابیح الآخرۃ (فر) عن
انس مجموع الحدیثین یدل
علی ان المختار للمجالسۃ والاتباع
والحب من کان جامعا للعلم
والتواضع وہذا الجمع لا یکون
الا فی العالم الصوفی والجزء الثانی فضیلۃ العالم الصوفی
من الحدیث یدل علی مطلوبیۃ
حب اہل دیار الشیخ والثالث حب اہل دیار الشیخ
علی ان الاشتغال باصلاح
النفس رادع من الاعتراض

بشارت دیا کرو۔ اور بشارت کے
لیے مسرت لازم ہے اور یہ عادت
حضرات صوفیہ میں مثل امر طبعی
کے ہے +

حدیث۔ فقراء سے محبت کرو اور
اون کے پاس بیٹھا کرو۔ اور عرب سے
ساختہ دل سے محبت رکھو اور اپنے
نفس میں تجھکو جو عیوب معلوم ہیں
اون میں لگا رہنا دوسرے لوگوں
کے پیچھے پڑنے سے تجھکو مانع ہونا
چاہیئے (یعنی اپنی اصلاح میں مشغول
رہو دوسروں کی عیب جوئی اور عیب
گوئی میں مت لگو) میں کہتا ہوں
کہ فقراء سے مراد مفلس لوگ نہیں
بلکہ وہ ہیں جن میں مسکینی اور
پستی کی صفت ہو اگرچہ وہ اہل
ثروت ہوں اور جامع صغیر کی
ایک دوسری حدیث میں ہے
کہ علماء کے ساتھ ساتھ ہو (یعنی
مجالست میں بھی اور مطاوعت
میں بھی) کیونکہ وہ دنیا کے بھی
چراغ ہیں اور آخرت کے بھی چراغ
ہیں پس دونوں حدیثوں کا مجموعہ

(باقی آئندہ)

علی الناس وھو المراد بالرد عن
الناس لا اصلاح الناس لاسیما
من یستصلح لکونہ ماموراً بہ فکیف
ینہی عنہ نعم لہ شرائط وموانع
مضبوطۃ فی محلھا

اِس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ مجالست
اور اتباع اور محبت کے لیے وہ شخص
منتخب ہے جو علم اور تواضع کا جامع
ہو اور یہ جامعیت عالم صوفی ہی میں
ہوتی ہے اور حدیث کا دوسرا جزو وا اسپر
دال ہے کہ اپنے شیخ کے اہل وطن سے محبت رکھنا بھی مطلوب ہے۔ اور تیسرا جزو
اسپر دال ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہنا دوسروں پر اعتراض
کرنے سے مانع ہوتا ہے۔ اور یہی مراد ہے لوگوں سے مانع ہونے سے۔ اور
دوسروں کی اصلاح کرنا مراد نہیں خصوصاً جو خود اصلاح چاہے کیونکہ اصلاح
تو مامور بہ ہے تو اوس سے کیسے ممانعت ہوگی البتہ اِس اصلاح کے کچھ شرائط
و موانع ہیں جو اپنے مقام میں منضبط ہیں

الحدیث احذروا الشھوۃ
الخفیۃ العالم یحب ان یجلس الیہ
(فر) عن ابی ھریرۃ (رض) **ف**
فیہ ذم للتعرض لاستجلاب الناس
الیہ بلطف الرفق وحسن القول
محبۃ الاستتباع فان ذلک من
غوائل النفس الامارۃ وفی الخمول
سلامۃ فاذا بلغ الکتاب اجلہ
وخلعت علیہ خلعۃ الارشاد
اقبل الناس الیہ قہراً عنہم ھذا
حاصل فی العزیزی ملخصاً
وھو محمل قول الرومی ؎

حدیث۔ شہوۃ خفیہ سے بچو (اور اسکی ۱۲۳
ایک صورت یہ بھی ہے کہ) عالم اِس
بات کو پسند کرے کہ اوس کے پاس
لوگ بیٹھا کریں **ف** اِس میں اسکی
مذمت ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف
کشش کرنے کی کوشش کیجاوے
اِس طرح سے کہ اون کے ساتھ لطف
و نرمی اور شیریں کلامی کا برتاؤ اس
غرض سے ہو کہ لوگ اِس کے تابع
ہوجائیں کیونکہ یہ نفس امارہ کے
امراض میں سے ہے اور گمنامی میں
سلامتی ہے پھر جب نوشتۂ تقدیر کا

منصب تعلیم نوعی شہوتیست
ہرخیال شہوتی دررہ بتی ست

وقت آئیگا اور اوسپر خلعت ارشاد
پہنایا جائیگا۔ لوگ خود بخود اس طرح
متوجہ ہوں گے کہ وہ اسپر (اس باب میں) زبردستی کریں گے (یعنی یہ نہ چاہیگا
اور لوگ لپٹیں گے اور یہی (شہوۃ خفیہ مذکورہ) محل ہے مولانا رومی کے ارشاد کا
منصب تعلیم نوعی شہوتے ست ہرخیال شہوتے دررہ بتی ست
(یعنی تعلیم سے مراد وہ ہے جس سے مقصود اپنے لئے منصب حاصل کرنا ہو)

الحدیث احذروا الشهرتين الصوف والخز ابوعبد الرحمن السلمی فی سنن الصوفية (فر) عن عائشة (ض)
ف فيه ذم حب الشهرة واتخاذ ۱۴
اللباس لها سواء كان فی طرف التخشن او فی طرف التحسن۔

حدیث۔ دو شہرتوں سے بچو ایک صوف سے دوسرے خز سے
ف اس میں مذمت ہے حب شہرت کی اور شہرت کے لئے خاص لباس اختیار کرنے کی خواہ اظہار ترک زینت کے لئے ہو (جیسے ریاکار صوفی درویشی کے اظہار کے لئے پہنتے ہیں) خواہ اظہار حسن (وزینت) کے لئے ہو (جیسے ریاکار امرا امیرانہ لباس خالص ریشم یا مخلوط بہ ابریشم کہ خز کی دونوں تفسیریں ہیں اظہار شان کے لیے پہنتے ہیں غرض قصداً نہ امیری ظاہر کرے نہ فقیری)

الحدیث احسنوا جوار نعم الله لا تنفروها فقلما زالت عن قوم فعادت اليهم (ع سل) عن انس (هب) عن عائشة (ض) فی الحاشية للحفنی احسان جوارها استعمالها فيما خلقت له ولا تنفروها

حدیث۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی مجاورت و ملابست کا حق اچھی طرح ادا کرو (اور) انکو اپنے سے بھگاؤ مت (یعنی گناہ کرکے یا بیقدری کرکے۔ کیونکہ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کسی قوم کے پاس سے معصیت یا کفران کے سبب

ای تزیلوها وتبعدوا عنها بفعل المعاصی اھ ف ومن ثم تری القوم یستعظمون کل نعمة وان کانت هینة عند الناس حیث یتعجب الناس باستعظامهم

جاتی رہی ہوں اور پھر اون کے پاس واپس آئی ہوں ف اسیوجہ سے تم حضرات صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ وہ اون نعمتوں کی بھی بڑی قدر کرتے ہیں جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں اور اتنی قدر کرتے ہیں کہ لوگ اوس سے تعجب کرتے ہیں (چنانچہ اگر اون کے پاس ایک پیسہ بھی آتا ہے بہت بشاشت سے اوسکو لیتے ہیں اگرچہ اوس سے دل کو لگاؤ نہیں ہوتا)

الحدیث احب للناس ما تحب لنفسك تکن مسلما (ای کاملا) للبیهقی **ف** فیه الدلالة علی کون الصوفیة مسلمین کاملین لسبقهم فی هذا الوصف علی من عداهم

حدیث۔ اور لوگوں کے لیے وہی بات پسند کر جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے (ایسا کرنے
۱۵ سے تو (کامل) مسلمان ہو جائے گا +
ف اس میں دلالت ہے حضرات صوفیہ کے کامل مسلمان ہونے پر کیونکہ وہ اس وصف میں دوسرے لوگوں پر سبقت رکھتے ہیں +

الحدیث احبوا المساکین وجالسوهم للدیلمی فی مسند الفردوس **ف** وهذا الحب والمجالسة کالطبیعة للقوم

حدیث مساکین سے محبت رکھو اور اون کے پاس بیٹھا کرو۔ **ف** مساکین سے محبت رکھنا اور (اونکی خاطر کرنا) اور اون کے پاس بیٹھنا (اور اون کے قرب سے عار و نفرت نہ کرنا جیسا متکبرین کرتے ہیں) یہ حضرات صوفیہ کے لیے مثل امور طبعیہ کے ہے۔

الحدیث اخروا الاحمال

حدیث (جانور پر) اسباب ذرا

رعایۃ الرقائق حتی فی الدواب ۱۶

فان الایدی مغلقۃ والارجل موثقۃ (د) فی مراسیلہ عن الزہری ووصلہ البزار (ع طس) عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ نحوہ (ح) قال العزیزی وسببہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای جملا حملہ مقدم علی یدیہ فذکرہ والقصد الرفق بالدابۃ ما امکن اہ **ف** فیہ فضل القوم حیث یراعون ہذہ الرقائق لکل احد حتی فی الدواب

پیچھے ہٹا کر رکھو کیونکہ (بہت آگے بڑھا کر رکھنے سے) اوس کے ہاتھ (بوجھ پڑنے سے) گویا بندہ جاتے ہیں اور (بہت پیچھے ہی مت رکھو اس سے) گویا پاؤں بندہ جاتے ہیں سبب اس ارشاد کا یہ تہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کو دیکھا جس کا بوجھ اوس کے ہاتھوں کی طرف بڑھا ہوا رکھا تھا اس لیئے آپ نے یہ ذکر فرمایا اور مقصود آپ کا جانور کے ساتھ نرمی کرنا ہے جہانتک ممکن ہو **ف** اس میں صوفیہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضرات ایسے دقائق کی ہر ایک کے لیئے رعایت کرتے ہیں حتی کہ جانوروں کے لیے بھی (جس کا سبب ترحم و انصاف کا کمال ہے)

کون الاخلاص فی الاعمال الظاہرۃ غیر مضر

الحدیث اخلص دینک یکفک القلیل من العمل ابن ابی الدنیا فی الاخلاص (ک) عن معاذ (صح) **ف** ومن ثم تری القوم یکون اہتمامہم بالاخلاص اکثر من اہتمامہم باکثار الاعمال حتی ان بعضہم یحسبہ الناس قلیل الاعمال

حدیث اپنے دین میں اخلاص پیدا کر پہر تجھکو عمل (ظاہری) میں سے قلیل بہی کافی ہوگا **ف** اسی مقام سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ اخلاص کے لیئے اون کا اہتمام تکثیر اعمال کے اہتمام سے زیادہ ہوتا ہے یہانتک کہ بعضوں کی نسبت عام لوگوں کا خیال ہوتا ہی کہ انکی اعمال قلیل ہیں

(باقی آئندہ)

ولا یدرون ان عمله الباطنی الذی هو اکمل وافضل من الاعمال الظاهرة الزائدة بهذا الحدیث لیس بقلیل۔

اور وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اِس شخص کا عمل باطنی قلیل نہیں جو کہ اس حدیث کی رو سے اعمال ظاہرہ زائدہ سے افضل واکمل ہے۔

الحدیث۔ اخزن لسانك الا من خیر للطبرانی **ف** ومن ثم تری السکوت غالبًا علی التکلم فی اکثر القوم لان الخیر من الکلام قلیل ومن وفق لغلبة الخیر فی کلامه لایبالی من اکثاره وهو عامل فی عین الاکثار بهذا الحدیث

حدیث۔ اپنی زبان کو محفوظ رکھو مگر کلام خیر سے۔ **ف** اور اسی لیے اکثر صوفیہ میں سکوت کو تکلم پر غالب دیکھتے ہو کیونکہ کلام خیر قلیل ہی ہوتا ہے باقی جسکو اسکی توفیق عطا ہو جائے کہ اوس کے کلام میں خیر غالب رہتی ہو وہ تکثیر فی الکلام سے بھی باک نہیں رکھتا اور ایسا شخص عین کثرت کلام 17 کی حالت میں بھی اِس حدیث پر عامل ہے (جیسا ظاہر ہے)

الحدیث۔ ادّ ما افترض الله تعالی علیك تکن من اعبد الناس واجتنب ما حرم الله علیك تکن من اورع الناس وارض بما قسمه الله لك تکن من اغنی الناس (عد) عن ابن مسعود (رض)

ف هو من اجمع خصال المحققین الصوفیة فانهم یعتنون بالفرائض اشد اعتناء ومن عداهم اعتناءهم بالنوافل اشد من

حدیث۔ اللہ تعالیٰ نے جس (عبادت) کو تجھپر فرض کیا ہے اوسکو (اچھی طرح) ادا کر تو تمام آدمیوں سے زیادہ عابد ہو جائے گا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے تجھپر حرام کیا ہے اوس سے پرہیز کر تو سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہو جاوے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جتنا تیرا حصہ مقرر فرمایا ہے تو اوس پر راضی رہ تو سب آدمیوں سے زیادہ غنی ہو جائیگا

ف یہ حدیث محققین صوفیہ کی

الفرائض لما فيه من الشهرة
عند الناس فعامتهم ان الفرائض
يستوي فيها العوام والخواص
وكذلك يعتنون بالكف عن
المعاصي اكثر من اكتساب
الفضائل ومن سواهم يكون
اشتغالهم بالفضائل اكثر
لذلك السر بعينه من الشهرة
بين الناس لان الفضائل لها
صورة مشاهدة بخلاف ترك المعاصي
لكون هذه التروك عدمية وكذلك
ذكر فيه اساس غناهم من ۱۸
الرضى بقسم الله تعالى
لا ازدراءهم بنعم الله تعالى
كداب المتكبرين۔

خصال کی جامع ترین ہے کیونکہ وہ
حضرات فرائض کا سخت اہتمام
کرتے ہیں اور دوسرے (غیر محقق)
لوگوں کا اہتمام نوافل میں فرائض
سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں
عوام میں زیادہ شہرت ہوتی ہے
اس خیال سے کہ فرائض میں تو عوام
وخواص سب برابر ہوتے ہیں (تو خواص
کا عوام سے کیا امتیاز ہوا) اسیطرح
محققین معاصی سے بچنے کا اہتمام
کسب فضائل سے زیادہ کرتے ہیں
اور دوسرے لوگوں کا اہتمام فضائل
میں زیادہ ہوتا ہے جس کا وہی راز
ہے کہ لوگوں میں اس سے زیادہ
شہرت ہوجاتی ہے کیونکہ فضائل کی
ایک صورت ہے جو مشاہدہ میں آتی ہے بخلاف ترک معاصی کے کہ اوسکی کوئی صورت نہیں کیونکہ اون کے تروک عدمی ہے (جیسے غیبت نہ کرنا بدنگاہ نہ کرنا برا خیال نہ لانا کہ سالہا سال بھی دوسرے کو ان کا پتہ نہیں لگتا بخلاف تسبیح وتہلیل ونوافل کے کہ اون کا سب مشاہدہ کرتے ہیں) اسی طرح اس حدیث میں محققین کی غنا کی بنا بیان کی گئی ہے یعنی حق تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہنا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیر سمجھنا جیسے متکبرین کی عادت ہے (کہ اون کی غنا کی بنا تحقیر نعم حق ہے جو کہ کفران ہے اسی لیئے یہ لوگ بڑی چیز سے ایسی مستغنی نہیں ہوتے جیسے چھوٹی چیز سے استغنا ظاہر کرتے ہیں بخلاف عارفین محققین

کے کہ وہ جیسے بڑی چیز کی قدر کرتے ہیں ویسی چھوٹی چیز کی مگر طمع نہ اُس کی کرتے ہیں نہ اسکی)

الحدیث ادوا العزائم و اقبلوا الرخص و دعوا الناس فقد کفیتموهم (خط عن ابن عمر (ض) **ف** فیه ارشاد الی مخ الاخلاق وهی اداء حقوق الناس علی نفسه کملا و اغضاء النظر عن حقوق نفسه علی الناس و ترک التعرض لهم ما لم یضطر فهٰذه الاخلاق مبانی الراحة الظاهرة و الباطنة وهٰذه الاخلاق کانها جبلة فی الصوفیة

حدیث - دوسروں کے کامل حقوق ادا کرو اور اپنے حقوق میں سے رعی درجہ بھی قبول کرلو اور لوگوں سے تعرض چھوڑ دو ان خصال کی بدولت اون لوگوں سے کفایت کر دیئے جاؤ گے (یعنی تم کو کوئی شر نہ پہونچاوے گا)

ف - اسمیں اخلاق کا مغز بتلادیا گیا ہے یعنی لوگوں کے جو حقوق اپنے ذمہ ہیں اون کو کامل طور پر ادا کرے اور اپنے جو حقوق دوسروں کے ذمہ ہیں اون میں چشم پوشی کرے اور لوگوں کے اقوال و افعال و معاملات سے کوئی تعرض نہ کرے جب تک (حِسًّا یا شرعًا) ضرورت شدیدہ نہ ہو سو یہ اخلاق بنا رہیں راحت ظاہری و باطنی کی اور یہ اخلاق صوفیہ میں مثل امور جبلی کے ہیں (اس سے فضیلت اِس جماعت کی ثابت ہوتی ہے)

الحدیث - اذا اتاک الله مالاً فلیر علیک فان الله یحب ان یری اثره علی عبده حسنًا ولا یحب البؤس ولا التباؤس (تخ طب و الضیاء عن زهیر بن ابی علقمة (صح)

حدیث - جب اللہ تعالیٰ تجکو مال عطا فرماوے تو تجھپر وہ مال نظر بھی آنا چاہیئے - کیونکہ اللہ تعالیٰ اسکو پسند فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کا اچھا اثر اپنے بندہ پر دیکھیں (اور باوجود وسعت)

۱۹

فى الغزنوى قوله البؤس اى التخشن
فى الملبس وقوله التباؤس اى اظهار
التحزن للناس اه **ف** فيه
تعليم للبنية فى حسن الملبس
ونهى للقادر عليه ان يلبس
ما يوهم الفقر والفاقة وهو
مقيد بالدلائل بارتفاع الموانع
من التيه والبطر بالملبس
ومن يخاف عليه هذين يؤمر
بالبذاذة ويصار فيه الى حكم
القلب السليم كقلوب الكاملين
٢٠ وهو معنى قول الحفنى ومحله
ان لم تكن تحت يد شيخ مربّ
لك لاجل ان يطهرك فالاولى
لك حينئذ لبس الخشن فاذا
طهرك فالاولى لك لبس
الثياب الحسنة اه وقد
يرجح لبس الخشن للتواضع
وعادات القوم فيه مختلفة
فمنهم من يلبس الحسن اظهارا
للنعمة ومنهم من يلبس الخشن
اختيارا للتواضع والكل ماجور
بنية ومتبع لسنة نبيه ما

اختلاف عادات اهل الله فى لبس الحسن والخشن من اللباس

مفلسانہ صورت کو اور (لوگوں کے
سامنے) مفلسانہ صورت بنانیکو
پسند نہیں فرماتے۔
ف اس میں تعلیم ہے کہ خوش
لباسی میں کیا نیت رکھے (یعنی اظہار
نعمت نہ کہ اترانا اور دوسروں کو
حقیر سمجھنا) اور اسمیں ایسے شخص کو
جو کہ خوش لباسی پر قادر ہو اسکی ممانعت
ہے کہ ایسا لباس پہنے جس سے
شبہ ہو کہ یہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہے
اور اس حکم میں دوسرے دلائل سے
یہ قید ہے کہ (خوش لباسی کے دوسرے)
موانع بھی مرتفع ہوں مثلاً لباس
پہنکر اینٹھ مروڑ کرنا اور جس شخص
اس کا احتمال ہو اوسکو غیر مزیّن
لباس پہننے کا حکم دیا جائے گا اور
اس (کے فیصلہ) میں قلب سلیم کی
طرف رجوع کیا جاوے گا (یعنی
اس سے شہادت لیں گے) جیسے
کاملین کے قلوب ہوتے ہیں
اور یہی معنے ہیں علامہ حفنی کے قول
کے (اس حدیث کے متعلق) کہ اس
مضمون کا موقع اسوقت ہے جب تو کسی

(باقی آئندہ)

فلا تقع فی احد بالطعن والاعتراض | ایسے شیخ کی ماتحت نہو تو تیری ترکیب کیلئے تیری بیئت

کرتا ہو۔ (یعنی تو تربیت سے مستغنی ہوگیا ہو۔ اور خود قلب سلیم عطا ہوگیا ہو) کیونکہ ایسے وقت میں (یعنی جب تو شیخ سے مستغنی نہ ہوا ہو) تیرے لیئے اولیٰ یہ ہے کہ موٹے جھوٹے کپڑے پہنے (تاکہ نفس میں کوئی خرابی پیدا نہ ہوجاوے) پھر جب تیرا قلب (ان رذائل سے پاک ہوجاوے تو تیرے لیئے اولیٰ یہ ہے کہ اچھا لباس پہنے اھ اور کبھی موٹے کپڑے پہننے کو تواضع کی وجہ سے ترجیح ہوجاتی ہے (اوسکی فضیلت دوسری حدیث میں آئی ہے) اور اِس باب میں اہل طریق کی عادت مختلف ہے بعضے اچھا لباس پہنتے ہیں اظہار نعمت کی وجہ سے بعضے موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے ہیں تواضع اختیار کرنے کے لئے۔ اور ہر ایک کو اوسکی نیت پر اجر ملتا ہے اور سب سنت نبویہ کے متبع ہیں (جیسا اوپر گذرا کہ دونوں میں حدیث وارد

۲۱ ہے) پس تو کسی پر طعن و اعتراض مت کرنا۔

الحدیث۔ اذا اتی علیّ یوم لا ازداد فیہ علما یقربنی الی اللّٰہ تعالیٰ فلا بورک لی فی طلوع شمس ذلک الیوم (طس عد حل) عن عائشۃ (رض) **ف** دل علی امرین احدھما وجوب الحرص علی زیادۃ العلم فان الوعید المفھوم من الدعاء بالشوم لا یکون الا علی ترک الواجب ومن ثم تری اھل الطریق لا یفارقون شیوخھم وان کانوا

حدیث۔ جب مجھ پر کوئی ایسا دن آئے جس میں ایسے علم میں ترقی نہ کروں جو مجھکو اللہ تعالیٰ سے قریب کرے تو اُس دن کے طلوع شمس میں مجھکو برکت نصیب نہ ہو۔ **ف** یہ حدیث دوامر پر دلالت کرتی ہے ایک ترقی علم پر حرص کے واجب ہونے پر کیونکہ وعید جو بے برکتی کی دعا سے مفہوم ہورہی ہے ترک واجب ہی پر ہوسکتی ہے اور اسی مقام سے تم اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ منتہی

منتہین فی الطریق حرصاً علی
زیادة المعارف والثانی
تعیین العلم المطلوب هو
ما یزید فی القرب الی الله
تعالیٰ وما عداه ان کان خادماً له
فهو ملحق به وان لم یکن خادماً
فهو لیس بعلم۔

فی الطریق ہو کر بھی اپنے شیوخ سے
(بلا ضرورت) جدا نہیں ہوتے بوجہ
حرص زیادت علوم و معارف کے
دوسرے علم مطلوب کی تعیین پر دلالت
کرتی ہے اور وہ علم مطلوب وہ
علم ہے جس سے قرب حق میں ترقی
ہو اور اُس کے ماسوا دوسرے
علوم اگر علم مطلوب کے خادم ہوں تو وہ اُسی کے ساتھ ملحق ہیں۔ اور اگر خادم
نہ ہوں تو وہ علم نہیں۔

الحدیث اذا اتاکم کریم
قوم فاکرموه (ه) عن ابن عمر
البزار وابن خزیمة رطب ۲۲
عد هب) عن جریر البزار عن
ابی هریرة (عد) عن معاذ
وابی قتادة (ك) عن جابر
(طب) عن ابن عباس وعن
عبد الله بن ضمرة بن عساکر
عن انس وعن عدی بن
حاتم الدولابی فی الکنی
وابن عساکر عن ابی راشد
عبد الرحمن بن عبد بلفظ
شریف قوم (صح) وفی
روایة اذا اتاکم الزائر فاکرموه

اکرام الزوائر مطلقاً والکریم خصوصاً

حدیث۔ جب تمہارے پاس
کسی قوم کا معزز شخص آوے
تو اوسکی عزت کرو۔ اور ایک
روایت میں شریف کا
لفظ آیا ہے۔
ف۔ اور ایسے لوگوں کا اکرام
صوفیہ کی عادات میں سے
ہے بدون فرق کے ایک
آنے والے میں اور دوسرے
آنے والے میں اور ظاہر اطلاق
الفاظ حدیث کا یہی ہے
اور اسی اطلاق کو حفنی نے لیا
ہے کہ کریم کی یہ تفسیر کی ہے
یعنی کسی قوم کا شریف ہو

(ه) عن انس فی العزیزی قال الشیخ حدیث حسن ف وهو من عادات الکرام من غیر فرق بین ان وان هو ظاهر الاطلاق وبالاطلاق اخذ الحفنی فی تفسیر الکریم ای شریفهم ولو کان فاسقا لانه ان لم یکرم حصل له حقد فیطلب اکرامه لدفع الضرر ولو کافرا حیث خیف الضرر من عدم اکرامه ولکن لک اذا اقتضی الحال اکرام مطلق الزائر۔

کیونکہ اگر اُس کا اکرام نہ کیا جاوے گا تو اُسکو کینہ ہو جاوے گا۔ پس اُس کا اکرام دفع ضرر کے لیئے مطلوب ہے اگرچہ وہ کافر ہو جہاں اُس کا اکرام نہ کرنے سے ضرر کا خوف ہوا ہے اور اسیطرح اگر مطلق آنے والے کا اکرام کرنا مصلحت وقت ہو۔

الحدیث۔ اذا احب الله عبدا ابتلاه لیسمع تضرعه (هب فر) عن ابی هریرة (هب) عن ابن مسعود وکردوس موقوفا علیهما فی العزیزی وهو حدیث حسن لغیره۔ **ف** ومن فهم هذه الحکمة لم یسخط القضاء واشتغل بالدعاء لا کالمحجوب ذی التفریط یشکو ولا کالمغلوب ذی الافراط لا یدعو۔

حدیث۔ جب اللہ تعالی کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے اُسکو
٢٣ (کسی مصیبت میں) مبتلا فرماتا ہے تاکہ اوس کے نالہ وزاری کو سنے

ف۔ اور جو شخص یہ حکمت سمجھ گیا وہ حکم قضا سے ناراض بھی نہ ہوگا اور دعا میں مشغول بھی ہوگا نہ اُسکی حالت محجوب کی طرح تفریط کی ہوگی کہ شکایت کرے اور نہ مغلوب الحال کی طرح افراط کی ہوگی کہ دعا بھی نہ کرے (یعنی ابتلاء کیوقت عوام محجوبین کی عادات بجائے رضا بالقضاء کے شکایت کی ہے اور تفریط اور کوتاہی ہے حکم مطلوب میں اور خواص مغلوبین کی عادت یہ ہے کہ وہ دعا کو بھی خلاف تفویض سمجھتے ہیں اور یہ افراط اور غلو ہے گو وہ اسمیں غلبہ حال کے سبب معذور ہیں مگر تحقیق سے ضرور دور ہیں تحقیق یہ ہے

نفع مسئلۂ ابتلاء متعلق محبت

کہ دعا اور تفویض میں کچھ تنافی نہیں کیونکہ محقق عین دعا کی حالت میں اسپر بھی عازم ہے کہ اگر یہ حاجت پوری نہ ہوئی میں اسپر بھی راضی رہونگا تو دعا اور رضا دونوں جمع ہو گئے اور یہ عزم رضا بعدم الالحاح عزم بالمسئلۃ والالحاح کے جو کہ حدیث لیعزم المسئلۃ وحدیث ان اللہ یحب الملحین فی الدعا میں مامور بہ ومطلوب ہے نیز منافی نہیں ایک عزم حال پر ہے اور ایک عزم احتمال مآل پر ہے اور دونوں میں تصادم وتزاحم نہ ہونا ظاہر ہے خوب سمجھ لو)

الحدیث۔ اذا احب اللہ عبدًا قذف حبہ فی قلوب الملائکۃ واذا ابغض عبدًا قذف بغضہ فی قلوب الملائکۃ ثم یقذفہ فی قلوب الآدمیین (رمل عن انس) (ص) **ف** ہذہ اعظم علامۃ المحبوبیۃ والمبغوضیۃ عند اللہ تعالیٰ ویکون شان ہذا الحب والبغض عند الآدمیین کشانہما عند الملائکۃ بغیر توقع نفع او خوف ضرر ولا یعتد بما یکون لاجل نفع او ضرر ۲۴

حدیث۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے اسکی محبت فرشتوں کے قلب میں ڈالدیتا ہے اور جب کسی بندہ سے بغض فرماتا ہے تو اسکا بغض فرشتوں کے قلب میں ڈال دیتا ہے۔ پھر وہی محبت یا بغض آدمیوں کے قلوب میں ڈالدیتا ہے۔ **ف**۔ یہ بڑی علامت ہے عند اللہ محبوب یا مبغوض ہونے کی اور اسی محبت اور بغض کی جو آدمیوں کے قلب میں ہوتی ہے شان ایسی ہوتی ہے جیسے فرشتوں کے قلوب میں ہوتی ہے۔ یعنی بدون توقع کسی نفع اور بدون خوف کسی ضرر کے (ایسی محبت یا بغض علامت ہے حب وبغض عند اللہ کی) اور جو محبت کسی نفع یا ضرر کے سبب ہو اس کا اعتبار نہیں (وہ اسکی علامت نہیں)

بعض علامات المحبوبیۃ والمبغوضیۃ عند اللہ تعالیٰ

الحدیث۔ اذا دخل اللہ الموحدین النار اماتہم فیہا

حدیث۔ جب اللہ تعالیٰ موحدین کو آتش دوزخ میں (داخل کریگا

(باقی آیندہ)

اماتتہ فاذا اراد ان یخرجھم منھا امسھم الم العذاب تلك الساعة (فر) عن ابی ھریرۃ (ح) ف ھذا من اعظم المبشرات للمومنین المقویۃ للرجاء لھم ومن ثم تریٰ القوم لا یحقرون احداً من اھل الایمان ولو کان مستوجباً للنار لان نارھم لیست کنار اھل الکفر کما یشھد بہ الحدیث نصاً انھم یکونون مرحومین فی عین العذاب فیستحیون من تحقیر المرحومین المرضیین عند اللہ تعالیٰ وفی الباب حدیث اخر فی ھذا الکتاب فی کلمۃ اما ولفظہ اما اھل النار الذین ھم اھلھا فانھم لا یموتون فیھا ولا یحیون ولکن ناس اصابتھم النار بذنوبھم فاماتتھم (ای النار) او اماتھم (ای اللہ) اماتۃ حتی اذا کانوا فحماً اذن بالشفاعۃ

اُن کو اس میں موت دے دیں گے پھر جب اُس سے نکالنے کا ارادہ کریں گے اُس وقت اُن کو عذاب کی تکلیف پہونچا دیں گے ف یہ حدیث مومنین کے لیئے بڑی بشارت ہے جو اُن کے لیئے رجاء کو قوت دیتی ہے اور اسی وجہ سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ اہل ایمان میں سے کسیکو حقیر نہیں سمجھتے اگرچہ وہ (گناہوں کے سبب) مستحق نار ہی کا ہو کیونکہ اُن کی نار اہل کفر کی سی نار نہ ہوگی جیسا کہ یہ حدیث تصریحاً اس کی شاہد ہے کہ مومنین عین عذاب کی حالت میں بھی مرحوم ہوں گے تو یہ حضرات ایسے لوگوں کی تحقیر سے شرماتے ہیں جو مرحوم ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ

۲۵

الحدیث (حم م ہ عن ابی سعید) وفی الحاشیۃ للحفنی فان قیل ما فائدۃ مکثہم فی جہنم مع عدم العذاب فی مدۃ الاقامۃ اجیب بان فیہ حبسہم عن التنعم فی الجنۃ فی ھذہ المدۃ ام

گو پسندیدہ ہوں۔ اور اس مضمون کی ایک اور حدیث بھی ہے جو اسی کتاب میں مسلم و مسند احمد و ابن ماجہ سے مروی ہے جو عربی حصہ میں مع فوائد لکھدی ہے)

الحدیث اذا اراد اللہ بعبد خیرا عاتبہ اللہ فی منامہ (فر) عن انس (رض) **ف** دل علی کون بعض الشر من الرؤیا خیرا للعبد حیث یستدل بھا علی صدور معصیۃ منہ فیتوب فتکون خیرا لہ ومن ثم تری العارفین یرون کل واقعۃ غیر اختیاریۃ حکمۃ ورحمۃ وینتفعون بہا۔

حدیث۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسکو خواب میں عتاب فرماتے ہیں (یعنی اسکو خواب میں کوئی پریشان واقعہ دکھلا دیتے ہیں) **ف** یہ حدیث اس پر دال ہے کہ بعضا برا خواب بھی بندہ کے لیے اچھا ہوتا ہے۔ چونکہ اس سے استدلال ہوتا ہے کہ اس شخص سے کوئی معصیت صادر ہوگئی ہے سو وہ اس سے توبہ کر لیتا ہے تو وہ خواب (اس طرح سے) اس کے لیے خیر ہو جاتا ہے اور اسی مقام سے تم عارفین کو دیکھتے ہو کہ ہر غیر اختیاری واقعہ کو حکمت اور رحمت سمجھتے ہیں اور اس سے (مناسب) نفع حاصل کرتے ہیں۔

الحدیث۔ اذا اردت ان یحبک اللہ فابغض الدنیا واذا اردت ان یحبک الناس

حدیث۔ جب تو چاہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کریں تو دنیا کو مبغوض رکھ اور جب چاہے کہ لوگ تجھسے

کرنی از واقعات ۲۶ تکمیل الاقتباس ... (حاشیہ)

فما كان من فضولها فابذه
اليهم (خط) عن ربعی
ابن حراش مرسلا (رض)
ف وهذا الاثر من
حب الناس في هذا الفعل
من نبذ فضول الدنيا
مشاهد اى مشاهد۔
الحديث - اذا احب
الله عبدا لم يضره ذنب
(الديلمي) ف ليس معناه
انه يذنب ولا يضره
كما ادعى الاباحية بل المعنى
انه لا يصدر عنه الذنب
فيضره وان صدر احيانا
يتوب ويستغفر فينتفي
ضرره ومن هذا الباب
حديث اعملوا ما شئتم
فقد غفرت لكم (متفق
عليه كذا في المشكوة
باب جامع المناقب)
ولفظ المغفرة نص في كون
الذنب ذنبا ولو كان
مباحا لكان حق العبارة

محبت کریں تو زائد دنیا کو اُن ہی
کی طرف پھینک دو۔ ف اس
فعل میں یعنی فضول دنیا
کے ترک میں یہ اثر ہونا
یعنی لوگوں کے قلوب
میں محبت ہو جانا بالکل شاہد
ہے اور مشاہد بھی کس درجہ کا۔
حدیث۔ جب اللہ تعالے
کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے
اُسکو گناہ ضرر نہیں پہونچا
سکتا۔ ف اس کا یہہ
مطلب نہیں کہ وہ گناہ تو کرتا ہے
مگر وہ اسکو مضر نہیں ہوتا (اسطرح
سے کہ وہ اس کے لیے مباح ہو جاتا
ہے) جیسا فرقہ اباحیہ اس طرف
گیا ہے (کہ کاملین ایسے درجہ
پر پہونچ جاتے ہیں کہ اون کے
لیے حرام بھی حلال ہو جاتا ہے
نعوذ باللہ منہ) بلکہ مراد یہ ہے
کہ اُس سے گناہ ہی نہیں ہوتا
جس سے ضرر ہوا اور اگر احیاناً
صادر ہو جاتا ہے تو وہ توبہ اور
استغفار کر لیتا ہے جس سے

۲۷

فقد ابحت لکم او احللت لکم اُس کا ضرر محو ہو جاتا ہے۔ اور اسی باب سے یہ حدیث ہے (اہل بدر کے خطاب میں) کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی اُس میں لفظ مغفرت نص ہے کہ گناہ گناہ رہتا ہے (جب ہی تو مغفرت اُس سے متعلق ہوتی ہے) اور اگر گناہ مباح ہو جاتا تو عبارت کا حق یہ تھا کہ میں نے مباح کر دیا یا حلال کر دیا۔

الحدیث۔ اذا اقل احدکم الطعم ملئی جوفہ نوراً (الدیلمی) ف وھذا مشاھد لا یشك فیہ وھو من العادات العامۃ للقوم الا لعارض والمراد بالقلۃ ما لا یعجز معہا عن اداء الحقوق المطلوبۃ للہ تعالیٰ او للعباد۔

حدیث۔ جب تم میں کوئی شخص کھانے میں تقلیل کرتا ہے تو اُسکا باطن نور سے بھر جاتا ہے ف اور یہ امر ایسا مشاہد ہے جس میں شک ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تقلیل طعام صوفیہ کے عادات عامہ سے ہے مگر کسی خاص عارض کے سبب (اس کے خلاف ہو جاتا ہے) اور مراد قلت سے وہ درجہ مراد ہے جس میں ادائے حقوق مطلوبہ سے خواہ وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں عاجز نہ ہو جائے (اور سعدیؒ نے گویا اسیکا ترجمہ کیا ہے ؎

اندرون از طعام خالی دار | تا در و نور معرفت بینی

الحدیث۔ اذا اکلتم فافضلوا (الدیلمی) ف وفیہ من المصالح ما لا یخفی وادقہا ان فیہ راحۃ لمھدی الطعام وقطع توھمہ ضیفا کان او خادماً من اھل البیت

حدیث۔ جب تم کھانا کھاؤ تو کچھ بچا دو۔ ف اور اسمیں جو مصلحتیں ہیں ظاہر ہیں اور بڑی دقیق مصلحت یہ ہے کہ اس میں کھانا پیش کرنے والی کی راحت ہے اور اُس کے اِس وہم کا قطع کرنا ہے۔

(باقی آئندہ)

تربیۃ الصوفی تقلیل الطعام ۲۸

او غيرهم بقاء الحاجة الى الطعام
وهذا من لطف الاخلاق
والحمد لله الذى الهمنى رعاية
هذا الخلق من سالف الزمان
على موافقة هذا الخاطر الحديث
وما ورد من لحس القصعة فمحله
ما اذا لم يكن مصلحة فى ابقاء
الطعام ولم يبق فيه معتدا
معتد به من الطعام

کہ کہیں کھانیکی حاجت نہ رہ گئی ہو۔
خواہ وہ پیش کرنے والا میزبان ہو
یا کوئی خادم ہو گھر والوں میں سے یا کوئی
دوسرا اور یہ نہایت لطیف خلق ہے۔
اور میں خدا تعالیٰ کی جس نے اس خلق
کی رعایت قدیم زمانہ سے میرے
قلب میں القا فرما رکھی ہے اس پر
حمد کرتا ہوں کہ یہ میرا خیال حدیث
کے موافق ہو گیا اور حدیث میں جو
برتن چاٹنے والے کی فضیلت آئی ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب چھوڑنے
میں کوئی مصلحت نہ ہو اور برتن میں کوئی معتد بہ مقدار طعام کی باقی نہ ہو۔

۲۹ **الحديث** (۳) اذا تاب العبد
انسى الله الحفظة ذنوبه وانسى
ذلك جوارحه ومعالمه من الارض
حتى يلقى الله وليس عليه شاهد
من الله بذنب ابن عساكر
عن انس (رض) **ف** مدلول
الحديث ظاهر ويمكن ان يوخذ
منه بالقياس ما نقل عن بعض
العارفين ان من علائم قبول التوبة
نسيان العبد الذنب فان القلب
الذى به يتذكر الذنب كالجوارح
كما فسروا به قوله تعالى ان السمع والبصر

حدیث۔ جب بندہ توبہ (خالص)
کرتا ہے (جو مقبول ہو جاتی ہے)
اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ (ملائکہ) حافظین
اعمال کو بھی بھلا دیتا ہے اور اُسکے
جوارح کو بھی (بھلا دیتا ہے) اور
زمین کے نشانات کو بھی بھلا دیتا
ہے (یعنی جسجگہ وہ معصیت کی تھی جو
قیامت میں گواہی دیتی) یہانتک
کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت
میں ملتا ہے کہ اُس پر گناہ کا کوئی
گواہی دینے والا نہیں ہوتا۔
ف مدلول حدیث کا ظاہر ہے

والفؤاد كل اولئك كان عنه
مسئولا اى كل واحد من هذه
الاعضاء كان عنه اى عما نسب
اليه مسئولا ليشهد على صاحبه
(تيسير الرحمن) هذا هو السر في
الآخرة واما السر في الدنيا فهو
ان تذكر الذنب قد يكون
حجابا طبعيا من التوجه
الى الله تعالى لانشراح فينسيه
الله تعالى اياه وعندي ان هذا
ليس بلازم ولا دائم فان
۴۰ بعضهم يغلب عقله على الطبع
فلا يمنعه الذكر عن التوجه.
فهذه العلامة لبعض افراد
القبول لا لجميعها۔

اور اس حدیث سے اس مضمون کو بھی
بطور قیاس کے جو بعض عارفین سے
منقول ہے کہ منجملہ علامات قبول کے
توبہ یہ بھی ہے کہ بندہ گناہ کو بھول جاتا
ہے۔ کیونکہ قلب جس سے گناہ
یاد رہتا ہے وہ بھی مثل جوارح کے ہے
جیسا مفسرین نے اس آیت کی تفسیر
میں کہا ہے ان السمع والبصر الخ کہ ان سے
سوال ہوگا تاکہ یہ صاحب اعضا پر
شہادت دیں (تو شاہدوں میں قلب
بھی داخل ہوگیا تو قلب سے بھی گناہ
کو بھلا دیا جاتا ہے) اور یہ راز تو
آخرت میں ہے اور دنیا میں اسکا
یعنی بالخصوص قلب سے بھلا دینے کا
یہ راز ہے کہ گناہ کا یاد ہونا بعض اوقات
بعض سالکین کے لیئے انشراح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے
سے طبعی حجاب ہوجاتا ہے (اور حکمت الٰہیہ کبھی بعض کی مصلحت سے طبعی
حجاب کو بھی رفع فرما دیتی ہے) اور میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ (بھول جانا)
نہ لازم ہے نہ دائم ہے کیونکہ بعض سالکین کی عقل طبیعت پر غالب ہوتی ہے
تو ایسے شخص کو یہ یاد ہونا توجہ سے مانع نہیں ہوتا۔ پس یہ علامت بعض افراد
قبول کی ہے نہ کہ سب کی (تو یہ ممکن ہے کہ نسیان ہوجاوے اور توبہ
قبول نہ ہو بلکہ نسیان بوجہ غفلت کے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ توبہ قبول
ہوجائے اور نسیان نہ ہو۔ بلکہ اس مصلحت سے یاد رہے کہ ہمیشہ استغفار

کرکے مدارج قبول میں ترقی کرتا رہے)

الحدیث اذا تناول احدکم عن اخیہ شیئاً فلیریہ ایاہ (د) فی مراسیلہ عن ابن شہاب (قط) فی الافراد عنہ عن انس بلفظ اذا نزع (ح) و معنی تناول اخذ من بدنہ او ثوبہ نحو قذاۃ کذا فی العزیزی وفی حاشیۃ الحفنی لیکون سببا فی المحبۃ لانہ اذا لم یرہ ربما توہم انہ یستھزء بہ **ف** فیہ من دقیق الرعایۃ مالا یخفی وامثال ہذہ الرعایۃ کانہا من الطبعیات للقوم۔

حدیث۔ جب کوئی شخص اپنے بہائی (مسلمان) کے کپڑے یا بدن سے کوئی چیز (ہٹانے کے لیئے) لے (جیسے کوئی تنکا وغیرہ بال میں لگ جاتا ہے اور دوسرا اسکو نکال دیتا ہے) تو چاہیئے کہ اسکو وہ چیز دکہلادے اور ایک روایت میں لینے کی جگہ یہ ہے کہ جب کوئی (ایسی چیز) دور کرے۔ اور لینے کے معنے یہ ہیں کہ اوس کے بدن یا کپڑے پر سے تنکا وغیرہ الگ کردے اسی طرح ہے شرح

۱۴۱ عزیزی میں (جیسا اوپر بیان کیا گیا) اور حفنی کے حاشیہ میں (اسکی حکمت یہ بیان کی گئی) ہے تاکہ محبت کا سبب ہو کہ جب وہ دیکھے گا نہیں بعض اوقات اسکو شبہ ہوگا کہ میرے ساتہ تمسخر کرتا ہے (یعنی دیکھکر تو سمجھیگا کہ اسکو میرا اتنا خیال ہے کہ میری ذرا سی بدنمائی بہی اسکو گوارا نہیں اس کے ازالہ کا اہتمام کرتا ہے اور اس کا موجب ازدیاد محبت ہونا ظاہر ہے ورنہ بے دیکھے شبہ ہوسکتا ہے کہ میرے بدن یا کپڑے کو توچہکر میرے ساتہ دل لگی کرتا ہے **ف** اس حدیث میں (اپنے رفیق کے خدمات کی) کس قدر رعایت ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور ایسی رعایتیں صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہیں (کسی وقت

غفلت یا کوتاہی نہیں ہوتی)

الحدیث اذا جاء الموت لطالب العلم وھو علی ھذہ الحالۃ مات وھو شہید (البزار عن ابی ذر وابی ھریرۃ رض) **ف** العلم ای الدینی یشمل جمیع انواعہ فدخل فیہ علم اصلاح الباطن فدل الحدیث علی ان المشتغل بہ لو مات فی اثناء السلوک کان لہ اجر الکامل وھو مدلول کونہ شہیداً لان الشہید ھو الکامل فی القوۃ العملیۃ کما ان الصدیق ھو الکامل فی القوۃ العلمیۃ

حدیث۔ جب کسی طالب علم کو طالب علمی کی حالت میں موت آجاوے تو وہ شہید ہو کر مرتا ہے **ف** علم (یعنی دینی) اپنے جمیع انواع کو شامل ہے اس میں اصلاح باطن کا علم بھی آگیا پس حدیث اسپر دال ہے۔ کہ اوس میں جو شخص مشغول ہو اگر وہ اثناء سلوک میں مرجاوے اوسکو کامل اجر ملتا ہے اور شہید ہونیکا یہی مدلول ہے۔ کیونکہ شہید کی حقیقت یہی ہے جو قوت عملیہ میں کامل ہو۔ جیسا صدیق وہ ہے جو قوت علمیہ میں کامل ہو۔

الحدیث۔ اذا حاک فی نفسک شئی فدعہ (حم حب ک) عن ابی امامۃ فی العزیزی قال الشیخ حدیث صحیح **ف** دل بصریحہ علی ما قال القوم انہ لا یکتفی فی العمل بالفتوی بل یترک ما حاک فی النفس وان افتی باباحتہ وھذا فی الترک

حدیث۔ جب تیرے جی میں کوئی چیز کھٹکے تو اوسکو چھوڑ دے **ف** حدیث صراحۃً صوفیہ کے اُس قول پر دلالت کرتی ہے کہ عمل میں محض فتوی پر اکتفا نہ کرے بلکہ جو چیز دل میں کھٹکے اسکو بھی چھوڑ دے اگرچہ فتوے اُسکی اباحت کا ہوجاوے اور یہ ترک کے

(باقی آیندہ)

کما دل علیہ صریح اللفظ لا فی الفعل فما افتی تبرکہ لا یفعلہ وان شھد القلب باباحتہ فلا مساغ فیہ للخلیع المدعی للطریق۔	جیسا کہ حدیث کے صریح الفاظ اسپر دال ہیں اور یہ فعل میں نہیں پس جس چیز کے ترک کا فتویٰ دیا جائے اسکو فعل میں نہ لاوے اگرچہ قلب اسکے جائز ہونیکا فتویٰ دیتا ہو پس اس

تفصیل کے بعد) حدیث میں ایسے شخص کو گنجایش نہیں جو (شریعت سے) آزاد (اور) طریق کا مدعی ہے (جو یوں کہتے ہیں کہ دیکھو حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے علاوہ جائز ناجائز کا معیار کوئی اور چیز ہے کہ اس کے سامنے فتویٰ بھی معتبر نہیں وجہ گنجایش نہ ہونے کی ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں حلال میں احتیاط کی گئی ہے حرام میں وسعت نہیں دیگئی اور احتیاط خود مقاصد شرع سے ہے تو شریعت کا حجت نہ ہونا اس سے کیسے معلوم ہوا خوب سمجھ لو)

الحدیث۔ اذا حسدتم فلا تبغوا واذا ظننتم فلا تحققوا واذا تطیرتم فامضوا وعلی اللہ فتوکلوا (عد) عن ابی ھریرۃ (ض) ومعنے لا تبغوا لا تجاوزوا الحد بان تسعوا فی زوال نعمۃ المحسود ومعنے لا تحققوا ای بالتجسس واتباع موارده ومعنے فامضوا ای لا یلتفت احدکم الی ذلک وامضوا لقصدکم کذا فی العزیزی والحفنی ویحتمل ان یکون معنی لا تحققوا ای لا تتیقنوا ویستثنی من التجسس تجسیس	۳۳ **حدیث** جب تمکو کسی پر حسد پیدا ہو تو حد سے مت نکلو۔ اور جب تمکو (کسی سے) بدگمانی پیدا ہو تو درپے تحقیق مت ہو اور جب تمکو کسی کام میں) بدشگونی کا خیال پیدا ہو تو (اس کام کو کر گذرو (یعنی اس سے رکو نہیں) اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ اور حد سے نہ نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ محسود کی نعمت کے زوال میں سعی مت کرو اور درپے تحقیق نہ ہونیکا مطلب یہ ہے کہ (اس واقعہ کا) تجسس مت کرو اور اس شخص کی آمد و رفت کے

اهل الشرور الفساد **ف** فی الحدیث
تصریح بان العبد غیر مکلف
بالامور الغیر الاختیاریة فلا یهمه
تلک الامور وانما هو مکلف بالامور
الاختیاریة فالحسد والظن
ووسوسة التطیر امور غیر اختیاریة
فلم یأمر صلی الله علیه وسلم بقلعها
من النفس انما امر بان لا یعمل
بمقتضی هذه من البغی والتحقق
والکف عن الفعل المقصود
وهذه المسئلة کانها نصف
السلوک فتفکر وتشکر ۳۴

مواقع کی تلاش مت کرو اور اُس
کام کو کر گزرنیکا مطلب یہ ہے کہ
اُس بدشگونی کی طرف التفات
مت کرو اور اپنے مقصود کو کر گذرو
شرح عزیزی اور حاشیہ حفنی میں
اسی طرح ہے اور لا تحققوا کے معنی
(جو کہ بدگمانی کے متعلق فرمایا ہی)
یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اُس بدگمانی
کو (محقق اور) یقینی مت سمجھو اور اس
تجسس سے اشرار و مفسدین کے
حالات کا تجسس مستثنیٰ ہے۔
ف۔ اس حدیث میں تصریح ہے
کہ بندہ امور غیر اختیاریہ کا مکلف نہیں سو ایسے امور سے فکر میں پڑنا چاہیے
(مثلاً یہ کہ حسد کا خیال کیوں پیدا ہوا اور یہ بدگمانی کیوں پیدا ہوئی اور بدشگونی
کیوں پیدا ہوئی) بلکہ صرف امور اختیاریہ کا مکلف ہے (اور وہ امور اختیاریہ
ان امور غیر اختیاریہ کے مقتضا پر عمل کرنا ہے) پس حسد اور بدگمانی۔ اور
وسوسہ بدگمانی کا یہ امور غیر اختیاریہ ہیں سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ حکم نہیں فرمایا کہ ان چیزوں کا نفس سے ازالہ کرنا چاہئے صرف یہ حکم
فرمایا کہ ان کے مقتضا پر یعنی تجاوز عن الحد اور تحقق ظن اور ترک فعل
مقصود پر عمل نہ کیا جاوے اور یہ مسئلہ گویا نصف سلوک ہے پس غور کرو
اور شکر کرو۔

الحدیث ۔ اذا حدثتم
الناس فلا تحدثوهم بما یفزعهم

حدیث ۔ جب تم لوگوں سے
بات کرو ایسی بات مت کرو جو انکو

۱۱ یعنی بالامور الاختیاریة وعدم الاهتمام بالامور الغیر الاختیاریة

للدیلمی ف القرع عام للدنیوی
بان یوقع السامعین فی الھول
والقلق بلا ضرورۃ وللدینی
بان یکون ظاھرہ مخالفا
للدین فیقعون فی الوحشۃ
والتحیر او فی الضلال ان صدقوا
او فی التضلیل ان کذبوا وفیہ
رد علی من نقل من نکات التصوف
مالا یبلغہ فھم السامعین
کدیدن المدعین الذین
یطلبون الجاہ والشہرۃ بین
العوام ویرونھم انھم یعلمون
مالا یفھمہ احد۔

پریشانی میں ڈالے۔ ف یہ پریشانی
عام ہے خواہ دنیوی ہو اس طرح سے
کہ سننے والوں کو ہول اور اضطراب
میں ڈالدے بلا ضرورت خواہ
دینی ہو اس طرح سے کہ وہ بات
ظاہراً دین کے خلاف ہو تو
سننے والے یا تو وحشت اور
حیرت میں پڑیں گے (اگر نہ تصدیق
کی نہ تکذیب کی) یا ضلال میں
پڑیں گے اگر تصدیق کی یا تضلیل
میں پڑیں گے اگر تکذیب کی اور
۳۵ اس حدیث میں ایسے شخص
پر رد ہے جو ایسے نکات تصوف
بیان کرے جہاں سامعین کی فہم کی رسائی نہو جیسے مدعیوں کا شیوہ ہے
جو جاہ اور شہرت بین العوام کے طالب ہیں عوام کو یہ دکھلاتے ہیں کہ
وہ ایسی باتیں جانتے ہیں جن کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔

الحدیث۔ اذا خاف اللہ
العبد اخاف اللہ منہ کل شیء
واذا لم یخف العبد اللہ اخافہ
اللہ من کل شیء (عق) عن ابی ہریرۃ
(ض) ف وھذا مشاھد
فی القوم یخافھم کل الناس
حتی الامراء والسلاطین مرجون

حدیث۔ جب کوئی بندہ اللہ تعالے
سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے
ہر چیز کو خائف کر دیتے ہیں اور جب
بندہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اللہ تعالے
اسکو ہر شے سے ڈراتا ہے ف
اور اس امر کا صوفیہ میں مشاہدہ ہوتا
ہے کہ اون سے سب لوگ ڈرتے

ان يكون عندهم شئ مما يخاف منه
ولا يخافون احدا
سامان خوف کا ہو۔
الحديث۔ اذا خفيت
الخطيئة لا تضر الا صاحبها
واذا ظهرت فلم تغير ضرت
العامة (طس) عن ابي هريرة
(ح) **ف** ظاهر الحديث يرد
على القوم حيث يامرون
الطالبين باظهار عيوبهم وفيها
ذنوبهم والحديث يدل على
ان خفاها اسلم من ظهورها
والجواب ان المنكر هو الاظهار
من غير مصلحة واما الاظهار
بضرورة المعالجة فمطلوب
لانه مقدمة المطلوب
هو المعالجة كما ان كشف
العورة نُهي عنه بلا ضرورة
ويؤذن فيه عند الطبيب
بضرورة المعالجة ويؤيده
قوله صلى الله عليه وسلم لعائشة رض
في قصة الافك يا عائشة
انه بلغني عنك كذا وكذا ۳۶

ہیں حتی کہ امراء اور سلاطین بھی بدون
اس کے کہ اون کے پاس کوئی
سامان خوف کا ہو۔
حدیث۔ جب گناہ مخفی رہتا ہے
صرف کرنے والے ہی کو مضر ہوتا
ہے اور جب ظاہر ہوجاوے پھر
متغیر نکیا جاوے تو پھر سب کو
مضر ہوتا ہے (کیونکہ اطلاع کے
بعد اوس پر نکیر واجب ہتی اور ترک
واجب سے گناہ ہونا ظاہر ہے)
ف ظاہر حدیث سے صوفیہ
پر اعتراض ہوتا ہے کہ وہ طالبین
کو حکم دیتے ہیں کہ (ہمارے
سامنے) اپنے عیوب ظاہر کریں
اور ان عیوب میں اُن کے گناہ
بھی ہوتے ہیں۔ اور حدیث اسپر
دال ہے کہ اون کا مخفی رہنا بہ نسبت
ظاہر ہونے کے اسلم ہے اور جواب
یہ ہے کہ منکر وہ اظہار ہے جسمیں
کوئی مصلحت نہ ہو باقی جو اظہار (شیخ پر)
مصلحت معالجہ کے لیئے ہو وہ مطلوب
ہے کیونکہ وہ مقدمہ ہے مطلوب کا
اور یہ مطلوب معالجہ ہے جیسے ستر کو

(باقی آئندہ)

فان كنت بريئة فسيبرئك الله وان كنت الممت بذنب فاستغفري الله وتوبي اليه مع قولها في ابي اب لئن قلت لكم بريئة لا تصدقوني ولئن اعترفت لكم بامر والله يعلم اني منه بريئة لتصدقني - رواه البخاري وجه التائيد ان عائشةؓ فهمت من قوله صلى الله عليه وسلم ان كنت الممت بذنب فاستغفري الله ان تعترف وتتوب بدليل قولها لئن اعترفت ولم ينكر صلى الله عليه وسلم على هذا الفهم حيث لم يقل اني ما اردت الاعتراف بل محض التوبة ولو خفيا فالتجسس نوعان نوع يكون المقصود منه الاطلاع على العيوب للتحقير والافتضاح وهو المنهي عنه ونوع يكون لمصلحة من اصلاح اخيه او دفع مضرته عن نفسه وهو غير منهي فافهم

بلا ضرورت ممانعت ہے اور ضرورت کے وقت بضرورت معالجہ طبیب کے روبرو جائز ہے اور اس کی تائید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ نے حضرت عائشہؓ سے قصہ افک میں فرمایا تھا کہ اے عائشہ مجھکو تمہارے متعلق ایسی ایسی خبر پہونچی ہے۔ سو اگر تم بری ہو تو بہت جلد اللہ تعالےٰ تمکو بری فرماوینگے اور اگر کسی گناہ میں آلودہ ہوگئی ہو تو اللہ تعالےٰ سے استغفار اور توبہ کرلو اور اس کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا جواب میں یہ کہنا کہ اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہدوں کہ میں بری ہوں تو تم لوگ مجھکو سچا نہ سمجھوگے اور اگر کسی بات کا تمہارے سامنے اقرار کرلوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم سچا سمجھوگے (کیونکہ آپ لوگوں کے دل میں شبہ جم گیا ہے) روایت کیا اس کو بخاری نے وجہ تائید کی یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ اگر کسی گناہ میں آلودہ ہوگئی ہو تو اللہ تعالےٰ سے استغفار کرلو یہ سمجھیں کہ اقرار کرکے توبہ کرو جس کی دلیل ان کا یہ قول ہے کہ اگر میں اقرار

۳۷

کروں الخ اور آپ نے اُنکے اس سمجھنے پر نکیر نہیں فرمایا چنانچہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری مراد اقرار کرنا نہیں ہے بلکہ محض توبہ کرلینا ہے اگرچہ خفیہ ہی ہو سو تجسس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس سے مقصود محض دوسرے کے عیوب کی اطلاع حاصل کرنا ہو تاکہ اس کی تحقیر کرے اور اُسکو فضیحت کرے اور یہی ہے جس سے ممانعت آئی ہے اور ایک وہ جو کسی مصلحت سے ہو مثلاً صاحب عیب کی اصلاح یا اپنے نفس سے مضرت رفع کرنا اور یہ مذموم نہیں خوب سمجھ لو۔

الحدیث اذا دخل احدکم علی اخیہ فھو امیر حتی یخرج من عندہ (عد) عن ابی امامۃ رض

حدیث جب تم میں کوئی شخص اپنے بھائی کے پاس جائے تو وہ (گھروالا) اس جانیوالے پر حاکم ہے یہانتک کہ اُس کے پاس سے واپس آجاے

ف فیہ الادب للضیف حیث یکون تابعا للمضیف لا یتامر علیہ و لا یخالفہ فان صاحب المنزل ادری بمصلحۃ المنزل فی سائر المعاملات و المعاشرات و ھذا کالامر الطبعی للقوم فھم اتباع الناس للسنۃ و اما اکثر اھل الظاھر فلا یخطر ببالھم ھذہ الدقائق فیوذون الناس

ف اسمیں مہمان کا ادب (بتلایا گیا) ہے کہ اس کو میزبان کا تابع ہوجانا چاہئے اُس پر نہ فرمائش کرے اور نہ اس کی مخالفت کرے اس لئے کہ گھروالا مقامی مصلحتوں کو تمام معاملات و معاشرات میں زیادہ جانتا ہے اور یہ (ادب) صوفیہ میں مثل امر طبعی کے ہے سو یہ حضرات سنت کے متبع ہیں رہا اکثر اہل ظاہر سو ایسی باریک باتیں اُنکے ذہن میں بھی نہیں آتیں اس لئے اُن سے لوگوں کو ایذا ہوتی ہے۔

۳۸

الحدیث اذا دخل احدکم الی القوم فاوسع لہ فلیجلس فانما ھی کرامۃ من اللہ اکرمہ بھا اخوہ المسلم فان لم یوسع لہ

حدیث جب تم میں کوئی شخص کسی قوم کے پاس جاوے اور اُس کے لئے جگہ کشادہ کردی جاوے تو اُس جگہ بیٹھ جاوے کیونکہ وہ اللہ تعالے کی

فلينظر اوسعها مكانا فيجلس فيه
(الحرث عن ابي شيبة الخدري)
في العزيزي حديث حسن ف
فيه تعليم التوسط في امثال هذه
الامور بين الافراط من الحرص
على التصدير والتعاظم كما هو
داب علماء الدنيا وبين التفريط
من عدم قبول اكرام اخيه و
الاصرار على التسفل في المجلس كما
هو داب الغلاة في التواضع من
اهل الطريق فان فيه كسر قلب
المسلم وتحقيره حيث رد اكرامه ۳۷

طرف سے ایک عزت دی ہوئی ہے جس
سے اُسکے مسلمان بھائی نے اس کی عزت
کی ہے (وہاں بیٹھنے میں تکلف نکرے)
اور اگر اُس کو جگہ نہ دیجاوے تو جس جگہ
وسعت ہو بیٹھ جاوے (اور اس کی
کوشش نہ کرے کہ ممتاز ہی جگہ بیٹھے)
ف اس میں تعلیم ہے ایسے امور میں
توسط کی کہ نہ افراط کرے اس طرح کہ صدر
اور بڑا بننا چاہے جیسا علماء دنیا کی عادت
ہے (کہ معمولی جگہ بیٹھنے کو خلاف شان سمجھتے
ہیں) اور نہ تفریط کرے اسطرح سے کہ اپنے
بھائی کے اکرام کو قبول نہ کرے اور پست
تریں جگہ میں بیٹھنے پر اصرار کرے جیسا اُن اہل طریق کی عادت ہے جو تواضع میں غلو کرتے
ہیں کیونکہ اس میں مسلمانوں کی دلشکنی ہے اور اسکی اہانت ہے کہ اُس کے اکرام کو رد کردیا۔

الدعاء للكافر بالنفع الدنيوي

الحديث اذا دعوتم لاحد
من اليهود والنصارى فقولوا
اكثر الله مالك وولدك (عد و
ابن عساكر) عن ابن عمر (رض)
فيه جواز الدعاء للكافر بمنافعه
الدنيوية لا بالمغفرة ونحوها
من المنافع الاخروية ونرى الاكابر
من القوم لا يمسكون في الدعاء
لمن يطلب منهم من الكفار

حدیث جب تم کسی یہودی نصرانی
کے لئے دعا کرو تو یوں کہدیا کرو کہ اللہ
تعالیٰ تیرے مال اور اولاد میں کثرت
کرے ف اسمیں کافر کے لئے دنیوی
نفع کی دعا کرنے کی اجازت ہے مگر
مغفرت وغیرہ منافع اخرویہ کی اجازت نہیں
اور ہم اکابر اہل طریق کو دیکھتے ہیں کہ اگر
کوئی کافر اُن سے دعا چاہتا ہے تو
اُس کے لئے ایسی دعا کرنے میں تنگی

نحو هذه المنافع الدنيوية۔

(سند موجود ہے)۔

الحديث ج اذا ذكرتم بالله فانتهوا البزار عن ابي سعيد المقبري مرسلا قال العزيزي وروى مسندا عن ابي هريرة وهو حديث ضعيف وقال في معنى الحديث اذا ذكركم بوعيد الله وقد عزمتم على فعل معصية فانتهوا اي كفوا عن فعلها الاو معناه عندي انكم اذا اردتم الشدة باحد من الضرب ونحوه وناشدكم بالله ان ترفقوا به وتعفوا عنه فكفوا عن الشدة به ويتايد بما ورد صريحا اذا ضرب احدكم خادمه فذكر الله فارفعوا ايديكم وهو مذكور في الجامع الصغير برمز (ت) عن ابي سعيد (ض)

ف دل الحديث على التفسير الاول على ان الناصح لا تنتظر وانه انه يكون اكبر قدرا بل يجب قبول النصح عن كل احد ولو كان صغيرا وحقيرا حيث اطلق المذكر وذكر التذكير مبنيا للمفعول ودل على

نہیں کرتے (تو اُنکے اس فعل کی حدیث میں سند موجود ہے۔

حدیث۔ جب تمکو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو یاد دلاوے تو تم رک جاؤ عزیزی نے حدیث کے یہ معنی کئے ہیں کہ جب تمکو کوئی اللہ تعالیٰ کی وعید یاد دلاوے اور تم نے کسی گناہ کرنے کا ارادہ کیا تھا تو تم اُس گناہ کے کرنے سے رک جاؤ اور میرے نزدیک اسکے یہ معنی ہیں کہ جب تم کسی کے ساتھ سختی کا مثلاً مارنے وغیرہ کا ارادہ کرو اور وہ شخص تمکو خدا کا واسطہ دے کہ اُس سے نرمی کرو اور معاف کردو تو تم اُسکے ساتھ شدت کرنے سے رُک جاؤ۔ **ف** پہلے معنی کے اعتبار سے حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ناصح میں یہ نہ دیکھو کہ وہ مرتبہ میں بڑا ہی ہو (تب تم اُس کا کہنا مانو) بلکہ ہر شخص کی نصیحت کو قبول کر لینا واجب ہے اگرچہ (رتبہ میں) چھوٹا اور حقیر ہی ہو۔ (یہ نہیں کہ اس کا کہنا ماننے سے عار کرو) کیونکہ حدیث میں یاد دلانے والے کو مطلق کہا ہے اور یاد دلانے کو مجہول کا صیغہ

(باقی آئندہ)

التفسير الثاني على ان مقتضى الادب
مع الله الكف عن امباح الغير الضروري
اذا ذكر كم احد بالله و كل من
الخصلتين كانه من الامور
الطبيعة للقوم فلله درهم من
قوم طباعهم ما لا يقدر عليها
غيرهم الا بمشقة شديدة

سے ذکر کیا ہے (تاکہ یاد دلانیوالے
کی تخصیص نہ رہے) اور دوسری تفسیر
پر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ادب
(و تعظیم) کا مقتضا یہ ہے کہ اللہ تعالے
کا نام سُنکر مباح غیر ضروری سے
بھی رکھا جاوے اور یہ دونوں خصلتیں
صوفیہ کے امورِ طبعیہ میں سے ہیں سبحان
اللہ کیسی قوم ہے کہ اُنکے امور طبعیہ وہ اخلاق ہیں کہ دوسرا اُن پر قادر نہیں مگر بعد
مشقتِ شدیدہ کے۔

الحديث اذا رأى احدكم
امرأة حسناء فاعجبته فليأت اهله
فان البضع واحد ومعها مثل
الذي معها (خط) عن عمر **ف**
فيه تسهيل لمعالجة النفس واصل
المعالجة الكف عن المتمنى وليس من
وظائف المصلح الا هو اما اتيان
الاهل فاعانة وتسهيل لها و
الارشاد اليه ليس من الوظائف
اللازمة للمصلح وانما هو تبرع
فلا حق للطالب ان يطالبه به
وكثير من الطالبين يغلط في
هذه المسئلة كيف ولو كان
لازما لما اقتصر كالحق تعالى في

171

حدیث جب تم میں کوئی شخص کسی حسین
عورت کو دیکھے اور وہ اُس کو اچھی معلوم
ہو تو اُسکو چاہیئے کہ اپنی بی بی کے پاس
چلا آوے (یعنی اُس سے ہمبستری
کرے) اس لئے کہ شرمگاہ (دونوں
جگہ) ایک ہی سی ہے اور بی بی کے
پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جیسی اوس
(اجنبی) عورت کے پاس ہے **ف**
اس حدیث میں معالجۂ نفس کو سہل
کرنے کا طریق (بتلایا گیا) ہے اور
اصل معالجہ صرف یہ ہے کہ (نفس کو) اس
تمنی سے (جو دوسری عورت کے ساتھ
متعلق ہوئی ہے) روکا جاوے اور مصلح
کا اصل فرض منصبی اسیقدر ہے اور

(۱۱۱) تحقیق عزل کا جزء دوران اللذۃ

الباب علی قولہ قل للمؤمنین
یغضوا من ابصارھم ویحفظوا
فروجھم لان الغض والحفظ
من اشق الاعمال فی حالۃ
الھیجان ومع ذلک لم یرشد
الی ما یزیل ھذہ المشقۃ
نعما ورد فی ھذا الحدیث او
فی حدیث من استطاع منکم
الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض
للبصر واحصن للفرج من
باب التسھیل لاما یتوقف علیہ
التحصیل وفی التعلیل بقولہ فان ۴۲
البضع واحد الخ مع ان سکون
الھیجان الذی یسھل العفۃ لا
یتوقف علی استحضار ھذہ
العلۃ لما نقل المناوی عن الاطباء
ان الجماع یسکن ھیجان العشق
وان کان مع غیر المعشوق کذا فی
حاشیۃ الحفنی اشارۃ الی مسئلہ
اخری وھی ان المکلف ینبغی لہ ان
یقصر النظر فی کل شیٔ علی درجۃ
قضاء الوطر ولا یتصدی لدرجۃ
التفنن واللذۃ فان اللذۃ لیس لھا

بی بی کے پاس جانا یہ اس معالجہ کی اعانت
اور تسہیل ہے اور ایسے طریق کا بتلانا یہ
مصلح کے فرائض لازمہ سے نہیں یہ تبلانا مصلح
کی طرف سے) محض تبرع ہے سو طالب کو
اپنے مصلح سے اس کے مطالبہ کرنے کا
کوئی حق نہیں اور طالبین کثرت سے
اس مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں کہ معالجہ
اختیاری میں مشقت سے گھبراتے ہیں
اور شیخ سے ایسی تدبیر کی درخواست
کرتے ہیں جس میں مشقت نہو مثلاً شیخ
نے کہا کہ باوجود تقاضا کے اپنی نظر کو روکو
مگر یہ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ایسی تدبیر
بتلائی جاوے کہ نفس میں تقاضا ہی نہو
حالانکہ تقاضائے شدید نہونا یہ خود موقوف
ہے عمل مدید پر تو عمل کو اس پر موقوف
رکھنا دور کو جائز رکھنا ہے غرض شیخ کے
ذمہ سہولت کی تدبیر بتلانا نہیں ہے)
اور یہ لازم کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ اگر
لازم ہوتا تو حق تعالیٰ اس باب (عفت)
میں صرف اس پر اکتفا نہ فرماتے کہ آپ
مومنین سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی
رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ
رکھیں کیونکہ نیچی نگاہیں رکھنا اور شرمگاہ

حد فمن تصدی له لا ینجی عن التشویش ابدا ومن اقتصر علی نفس الحاجة فیحصل له السکون اذا قضی حاجة فهذا حاصل قوله علیه السلام فان البضع واحد یعنی لا مزایة لفرج الاجنبیة علیه والتمیز بینهما من تزیین الشیطان

کو محفوظ رکھنا حالت ہیجان میں بڑی مشقت کا عمل ہے اور باوجود اس کے حق تعالیٰ نے ایسا کوئی طریقہ نہیں بتلایا جو اس مشقت کو زائل کردے پس (اس سے ثابت ہوا کہ) اس حدیث میں جو مضمون وارد ہوا ہے یا دوسری حدیث میں جو آیا ہے کہ جو شخص تم میں نکاح کا مقدور رکھے

اُس کو نکاح کرلینا چاہیے کیونکہ نگاہ کا زیادہ پست کرنے والا ہے اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہے یہ سب باب تسہیل ہے ایسی چیز نہیں ہے جس پر (مامور بہ کی) تحصیل موقوف ہو اور اس کی علت میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ شرمگاہ ایک ہی ہے باوجودیکہ سکون ہیجان کا جو کہ عفت کو سہل کرنے والا ہے وہ اس علت کے استحضار پر
۴۳ موقوف نہیں جیسا کہ مناوی نے اطباء سے نقل کیا ہے کہ جماع کرنے سے عشق کے ہیجان کو سکون ہوجاتا ہے اگرچہ غیر معشوق کے ساتھ ہو حاشیۃ الحفنی میں اسیطرح ہے باوجود اس کے پھر جو یہ ارشاد فرمایا ہے یہ اشارہ ہے ایک دوسرے مسئلہ کی طرف وہ مسئلہ یہ ہے۔ کہ مکلف کو چاہیئے کہ اپنی نظر کو ہر چیز میں صرف حاجت روائی کے درجہ تک مقتصر رکھے اور تزئین اور لذت کے درجہ کے درپے نہ ہو کیونکہ لذت کی کوئی حد نہیں سو جو اس کے درپے ہوگا اُس کو کبھی تشویش سے نجات نہ ہوگی اور جو شخص نفس حاجت پر کفایت کرے گا جسوقت حاجت پوری ہوجائے گی اُس کو سکون کو ہوجائے گا پس یہ حاصل ہے اس ارشاد کا کہ شرمگاہ ایک ہی ہے یعنی اجنبیہ کی فرج کو بی بی کی فرج پر کوئی افزونی نہیں ہے اور دونوں میں فرق کرنا محض شیطان کا ملمع ہے (دوسرے مسئلہ کے استنباط کی تقریر میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے سنی ہے)

الحدیث اذا رأی احدکم باخیه بلاء فلیحمد الله ولا یسمعه

حدیث جب کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی پر کوئی مصیبت دیکھے تو اللہ تعالےٰ

ذالك (ابن النجار عن جابر) قلت
البلاء يعم الدنيوی كالمرض و
البؤس و الدينی من الذنوب
و عدم الاسماع لئلا يحزنه
ذلك و يستثنی منه ما نشاء عن محرم
كقطع فی سرقة لم يتب منها ان
امن او ما لم يقارن ندامة
و يشترط فی ذلك عدم الشماتة
و عدم الاستحقار فدل الحديث
علی رعاية خاطر المصاب و
يقاس عليه كل ما يحتمل فيه
الحزن و تكسر القلب و هو من ۴۴
الزم اخلاق الصوفية

کا شکر ادا کرے کہ اس کو اس بلا سے
محفوظ رکھا) اور (یہ شکر کرنا) اُس
شخص کو نہ سُنانا چاہئے میں کہتا ہوں کہ مصیبت
عام ہے دنیوی مصیبت کو بھی جیسے مرض اور فاقہ اور
دینی مصیبت کو بھی جیسے گناہ اور نہ سنانا اس لئے
کہ اُس کو رنج نہ ہو اور اس سے وہ مصیبت مستثنے ہے
جو کسی حرام فعل سے مسبب ہو جیسے کسی چوری
میں جس سے توبہ نہ کی ہو ہاتھ کٹ گیا۔
(وہاں سُنانے کا بھی ڈر نہیں بشرطیکہ
(سنانے میں عداوت کا) اندیشہ نہ ہو یا جو
گناہ ندامت کے ساتھ مقرون نہ ہو (وہ
بھی مستثنے ہے وہاں بھی سنانے کا کچھ
ڈر نہیں) اور ان سب میں یہ شرط ہے
کہ اس میں نہ شماتت ہو (یعنی دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونا) اور نہ (دوسرے کی) تحقیر ہو (کہ اپنے کو متقی اور مقدس سمجھے) ف اس حدیث میں دلالت ہے کہ مصیبت زدہ کی خاطر کی رعایت کرنی چاہئے اور اسی پر ہر اس معاملہ کو قیاس کیا جائے گا جس میں کسی کے حزن یا دل شکنی کا احتمال ہو ایسے تمام امور سے بچنا چاہئے اور صوفیہ کے اخلاق لازمی سے ہے)

عزلت الا عند فساد الزمان

الحديث اذا رايت الناس
قد مرجت عهودهم و خفت
اماناتهم و كانوا هكذا و شبك
بين انامله فالزم بيتك و املك
عليك لسانك و خذ ما تعرف

حدیث جب تم لوگوں کو اس حالت
میں دیکھو کہ اُنکے عہد گڑبڑ ہوگئے اور
انکی امانتیں کم وزن ہوگئیں اور وہ
اس طرح ہوگئے اور آپ نے اپنی
انگلیوں میں جال بنا لیا (یعنی ایک بُرے

(باقی آئندہ)

ودع ما تنكر وعليك بخاصة
امر نفسك ودع عنك امر العامة
(ك) عن ابن عمرو وقال العزيزي
حديث صحيح **ف** فيه سعة من
ترك الانكار على المنكر اذا غلب
على الظن ان المنكر لا يزول بانكاره
او تخاف محذورا وهذا هو اصل
المدار للحكم وما ذكر في الحديث
هو امارات وهذا هو العذر
لاكثر آحاد القوم حيث يتركون
الخطاب للعامة بالامر بالمعروف
والنهي عن المنكر ويقتصرون على
الخطاب الخاص لمن فوض نفسه
اليهم للاصلاح فلا يلام عليهم
فيه فانهم يتبعون للسنة في
صنيعهم هذا۔

گڈمڈ ہوگئے) (اوسوقت) اپنے گھر کو لگ
جاؤ (یعنی لوگوں سے ملنا چھوڑ دو) اور اپنی
زبان پر قبضہ کرلو (یعنی سکوت اختیار کرو)
اور (خود) نیک بات پر عمل کرو اور بری بات
کو چھوڑ دو اور خاص اپنے کام سے کام رکھو
اور عام لوگوں کے قصہ کو چھوڑ دو (یعنی اسکی
اجازت ہے کہ کسی کو کچھ نہ کہو **ف** اس
حدیث میں اسکی گنجایش ہے کہ امر منکر پر
انکار (ظاہر) نکیا جاوے جب غالب گمان
یہ ہو کہ وہ منکر میرے انکار سے زائل نہ ہوگا یا
(انکار کرنے سے) کسی ضرر کا اندیشہ ہو اور اصل
مدار حکم (مذکور) کا یہی ہے (کہ عدم توقع نفع یا ۴۵
خوف لحوق ضرر کے وقت امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے)
اور حدیث میں جو شرائط بیان کی گئی ہیں
یہ اوسکی علامات ہیں (ان امور کا وجود علامت
اسکی ہے کہ کہنے سے نفع نہ ہوگا یا ضرر لاحق ہوگا) اور اکثر صوفیہ جو عام لوگوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خطاب نہیں کرتے اور صرف ایسے شخص کے خاص خطاب کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو اپنے کو اصلاح کی غرض سے اون کے سپرد کر دیتے ہیں اونکا یہی عذر ہے (کہ وہ زمانہ کا رنگ دیکھکر نفع سے ناامید ہیں سو اس باب میں اون پر ملامت نہ کی جاوے گی وہ اپنے اس فعل میں بھی سنت کے متبع ہیں (چنانچہ حدیث میں ایسے وقت خود احتساب کو ساقط کر دیا ہے)۔

الحديث اذا رايت الله تعالیٰ

حدیث۔ جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو

يعطى العبد من الدنيا ما يحب وهو
مقيم على معاصيه فانما ذلك
منه استدراج (حم طب هب)
عن عقبة بن عامر (ح) شمل
الحديث بقاء بعض الاحوال النفسانية
كالوجد والاستغراق والشوق
والوله والهيمان وامثالها مع المعاصي
ففيه الرد على من يغتر بهذه
الحالة ويفتخر بقوة نسبته
مع الله تعالى حيث لم تضمحل
مع المعاصي ولم يدر ان هذه
الاحوال ليست من النسبة
في شيء ولا تبقى النسبة مع
المعاصي وهذه الاحوال
انما هي كيفيات نفسانية طبعية
كالفرح والسرور فبالجملة
هذه الاحوال ليست بذاتها
من الدين بل هي من الدنيا
نعم ربما كانت معينة على
الدين ولا يلزم منه كونها
من الدين فافهم۔

دنیا کی جو چیز وہ چاہتا ہے دے رہا ہے اور
وہ معاصی پر جما ہوا ہے تو وہ صرف استدراج
ہے (اوس سے دہوکہ نہ کھانا چاہیئے کہ اوس
سے حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے پر
استدلال کرنے لگے) **ف** حدیث اس کو
بھی شامل ہے کہ بعض اوقات معاصی کے
ساتھ بعضے احوال نفسانیہ باقی رہتے ہیں
جیسے وجد و استغراق و شوق اور شیفتگی
اور حیرت اور اس قسم کی اور کیفیات (تو
ان کے بقا سے دہوکہ میں نہ آوے کہ
ایسا مقبول ہوں کہ معصیت سے بھی مقبولیت
میں خلل نہیں پڑا کیونکہ یہ سب کیفیات
دنیا ہیں دین نہیں ہیں اور دنیا کا عطاء
ہوتے رہنا علامات مقبولیت سے نہیں)
پس اسمیں رد ہے اوس شخص پر جو اس
حالت سے دھوکہ کھاتا ہے اور اس پر فخر
کرتا ہے کہ میری نسبت مع اللہ ایسی قوی ہے
کہ معاصی کے ہوتے ہوئے بھی اوسمیں ضعف
نہیں آیا اور اوسکو یہ خبر نہیں کہ ان احوال کو
نسبت سے کوئی تعلق نہیں اور نسبت
معاصی کے ساتھ باقی نہیں رہتی اور یہ
احوال محض کیفیات نفسانیہ طبعیہ ہیں جیسے فرح اور سرور (کیفیات طبعیہ ہیں) حاصل
یہ کہ یہ احوال اپنی ذات میں دینی امور نہیں ہیں بلکہ دنیوی امور ہیں البتہ بعض اوقات

فساد استدلال بالاحوال علی القبول

۴۶

دین میں معاون ہو جاتے ہیں اور اس (معین ہونے) سے انکا دین کا جزو ہونا لازم نہیں آتا -

الحدیث - اذا رایت کلما طلبت شیئًا من امر الاخرة وابتغیته یسرلك واذا اردت شیئًا من امر الدنیا وابتغیته عسر علیك فاعلم انك علی حال حسنة واذا اردت کلما طلبت شیئًا من امر الاخرة وابتغیته عسر علیك واذا اردت شیئًا من امر الدنیا وابتغیته یسر لك فانت علی حال قبیحة ابن المبارك فی الزهد عن سعید بن ابی سعید مرسلا (هب) عن عمر بن الخطاب فی العزیزی قال الشیخ حدیث حسن قال العزیزی والمسئلة رباعیة فیبقی ما کان یعسر علیه من امر الدنیا والاخرة وما اذا کان یتیسر ان له ولم یتعرض لهما لوضوحهما - قلت فالثانی مصداق قوله تعالی ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة والاول مصداق قوله خسر الدنیا والاخرة **ف** وبه وضح فساد الاستدلال

حدیث - جب تو اپنی یہ حالت دیکھو کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اوسکی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اوسکی تلاش کرے تو اوسکا ملنا دشوار ہو جاوے تو سمجھ لے کہ تو اچھے حال پر ہے (کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے فتنوں سے بچانا چاہتا ہے) اور جب اپنی حالت یہ دیکھو کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور

۴۷ اوسکی تلاش کرے تو اوسکا ملنا دشوار ہو جاوے اور جب دنیا کی چیزوں میں کسی چیز کا طالب ہو اور اوسکی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے تو تو برے حال پر ہے (کہ دنیا کے فتنوں میں واقع ہونیکا خطرہ ہے - اور اس مضمون کی چار صورتیں ہیں سو (دو قسمیں تو مذکور ہو گئیں اور ایک تو) وہ قسم باقی رہ گئی کہ دنیا اور آخرت دونوں دشواری سے ملیں اور (ایک) وہ قسم بھی (رہگئی) کہ دونوں آسانی سے ملجاویں اور ان دونوں سے اس لئے تعرض نہیں کیا کہ انکا حکم واضح ہے - میں

فساد الاستدلال بتفسیر الدنیا علی القصر

ببسط الدنیا علی القبول عند اللہ تعالیٰ کبعض جھلۃ الصوفیۃ یفتخرون ببسط الدنیا علی اھل سلسلتھم و یحتجون بہ علی قبولھا وانی لھم ذلک وذکر اللہ تعالیٰ فساد ھذا الاستدلال فی القران فقال فاما الانسان اذا ما ابتلاہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن کلا الآیۃ ۴۸

کہتا ہوں کہ دوسری قسم اس ارشاد حق کا مصداق ہے ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ اور اول قسم اس ارشاد کا مصداق ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کی طرف سے گھاٹے میں رہا **ف** اور اس حدیث سے فراخی دنیا سے عند اللہ مقبول ہونے پر استدلال کرنے کا فساد واضح ہوگیا جیسے **بعضے** جاہل صوفی اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ والوں کو دنیا کی خوب ترقی ہوجاتی ہے اور اس سے اوس سلسلہ کے مقبول ہونے پر استدلال کرتے ہیں اور اس استدلال کی اونکو گنجائش کہاں۔ اور اس استدلال کا فاسد ہونا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ (بعض آدمی کا یہ حال ہے کہ اوس) کو جب اوسکا پروردگار اوسکو آزماتا ہے یعنی اوسکو (ظاہرا) اکرام انعام دیتا ہے تو وہ (افتخاراً) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی (یعنی میں اوسکا مقبول ہوں کہ مجھکو ایسی نعمتیں دیں) اور جب اوسکو (دوسری طرح) آزماتا ہے یعنی اوسکی روزی اوسپر تنگ کردیتا ہے تو وہ (شکایۃ) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی (یعنی مجھکو اپنی نظر سے آج کل گرا رکھا ہے کہ دنیوی نعمتیں کم ہوگئیں آگے اسپر ردع ہے کہ) ہرگز ایسا نہیں (یعنی دنیا کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت مخذولیت کی نہیں)

الحدیث۔ اذا رایتم الامر لا تستطیعون تغییرہ فاصبروا حتی یکون اللہ ھو الذی یغیرہ

حدیث۔ جب تم کسی بری بات کو دیکھو کہ تم اوسکو (بالید یا باللسان) متغیر نہیں کرسکتے تو صبر کرو یہانتک کہ اللہ ہی

(باقی آئندہ)

عذر الصوفیۃ فی تخصیص نکیرہم بمن یفوض الیہم عن العامۃ

(عل هب) عن ابی امامۃ (رض) **ف** فیہ رخصۃ للسکوت عن النکیر علی المنکر وقت العجز وخوف الفتنۃ ووقوع محذور مع الکراھۃ بالقلب قلت وھو العذر لاکثر الصوفیۃ فی تخصیص نکیرھم فی اکثر الاحوال بمن فوض نفسہ الیہم فان اکثر العامۃ یخاف منہم الفتنۃ فیتشوش بھا وقتہم ولا یصفوالہم عملہم وھو من موانع الطریق فیبعدون عنہ انفسہم۔

اوسکو (کبھی) متغیر کردے۔ **ف** اس میں رخصت ہے سکوت کرنے کی منکر پر نکیر کرنے سے جب اس سے عاجز ہو اور فتنہ کا خوف ہو اور کسی خرابی کا اندیشہ ہو مگر دل سے کراہتہ رکھے میں کہتا ہوں یہی عذر ہے اکثر صوفیہ کا کہ وہ اکثر احوال میں اپنے نکیر کو اون ہی لوگوں کے ساتھ خاص رکھتے ہیں جو اپنے کو اون کے سپرد کردے کیونکہ اکثر عوام سے فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے اور فتنہ سے اونکا وقت مشوش ہو جاتا ہے اور عمل میں صفائی نہیں رہتی اور یہ (تشویش وقت اور تکدر عمل) موانع طریق سے ہے اس لئے وہ اپنے کو اس سے دور رکھتے ہیں۔

۴۹

عدم ذم الجبن الغیر الاختیاری

الحدیث - اذا رجف قلب المومن فی سبیل اللہ تحاتت خطایاہ کما یتحات عذق النخلۃ (طب جل) عن سلمان (ح) **ف** فیہ نص ان مالا یدخل تحت الاختیار لا یذم وان کان ظاھر النقص وھو من مھمات مسائل الفن۔

حدیث - جب جہاد میں مومن کا قلب (خوف سے) کانپنے لگے (مگر جہاد کو ترک نہ کرے) تو اوسکے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کھجور کی شاخ (خشک ہو کر) جھڑ جاتی ہے **ف** اس میں اس (مسئلہ) کی تصریح ہے کہ جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں اگرچہ ظاہر النقص ہو اور یہ فن کے نہایت ضروری مسائل سے ہے (وجہ دلالت ظاہر ہے کہ دل کا کانپنا علامت ہے بزدلی کی جو کہ ظاہر النقص ہے لیکن اوسپر اجر ملتا ہے جب عمل ترک نہ کرے)۔

حسن الاخلاق لہ حد

الحديث۔ اذا رددت على السائل ثلاثا فلم يذهب فلا بأس ان تزبره (قط) في كتاب الافراد عن ابن عباس (طس) عن ابي هريرة في العزيزي قال الشيخ حديث حسن لغيره في حاشية الحفني لتعدي- الى ما لا يحل له **ف** نص في ان حسن الاخلاق له حد ولم يكلف العبد بتحمل الاذى فوق الحد وهذا هو الوسط من الطريق فلا يفرط من التفعيل كديدن المتكبرين ولا يفرط من الافعال كالمتكلفين نعم يستثنى من هذا تكلف المبتدين الذي يكون للمعالجة۔ ۵۰

حدیث۔ جب تم سائل کو تین بار (عذر سمجھا کر) جواب دیدو اور وہ پھر بھی نہ جائے (لپٹ کر جم ہی جائے جس سے ایذا ہونے لگے) تو پھر اوسکو جھڑک دینے میں کچھ ڈر نہیں **ف** حدیث صریح ہے اس مسئلہ میں کہ حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے اور بندہ اسکا مکلف نہیں کہ اوس حد سے آگے ایذاء کا تحمل کرے اور یہی طریق وسط ہے پس اخلاق کے باب میں نہ تفریط کرے جیسے متکبرین کا شیوہ ہے (کہ ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتے) اور نہ افراط (اور غلو) کرے جیسے اہل تکلف کی عادت ہے (کہ خواہ کچھ ہی گذر جاوے مگر ناگواری کے اظہار کو خلاف وضع درویشی سمجھتے ہیں) البتہ اس سے مبتدیوں کا تکلف مستثنیٰ ہے جو معالجہ کے لئے ہوتا ہے (کیونکہ وہ جب تک نفس کو بہت دور سے نہ روکیں اعتدال پر آنہیں سکتا۔ سو یہ تکلف چونکہ مقدمہ ہے اعتدال کا اسلئے محمود ہے)

قتل الساب

الحديث۔ اذا رأيتم معاوية (في الهامش هو معاوية بن التابوت نذر ان يقذر على المنبر الشريف) على منبري فاقتلوه (للديلمي) **ف** فيه ما في السابق عليه

حدیث۔ جب تم معاویہ بن تابوت کو میرے منبر پر دیکھو (جس نے نذر کی تھی کہ میں منبر شریف پر گندگی کرونگا) تو اوسکو قتل کردو **ف** اس میں بھی وہی مسئلہ ہے جو حدیث سابق میں تھا کیونکہ قتل بظاہر

فان القتل بظاهره يعيد عن حسن الخلق لكن قتل من يستحق القتل داخل في حد حسن الخلق لما فيه من المصالح الدينية۔

حسن خلق سے بعید ہے لیکن مستحق قتل کا قتل کرنا یہ حسن خلق کے حد میں داخل ہے کیونکہ اس میں دینی مصالح ہیں۔

اداب اجازت از زائر و مزور

51 **الحديث**۔ اذا زار احدكم اخاه فجلس عنده فلا يقومن حتى يستأذنه (فر) عن ابن عمر (رض) **ف** هذا الندب وحكمته ظاهرة من تطييب قلب المسلم وكذا يندب للمزوران ياذن له لعين هذه الحكمة وامثال هذه الرعايات كالطبعي للقوم وهو معنى ما اشتهر بالفارسية آمدن بارادت ورفتن باجازت ولا يراد لزوم الاستيذان لانه لا دليل عليه ثم هو مقيد بعدم الحرج للكليات الشرعية۔

حدیث۔ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملنے آوے اور اوسکے پاس بیٹھ جاوے تو اوسکو اوٹھنا نہ چاہیئے جب تک اوس سے اجازت نہ لیلے **ف** یہ حکم استحباب کے لئے ہے (کما فی العزیزی) اور حکمت اس کی ظاہر ہے یعنی مسلمان کے دل کا خوش کرنا اور اسیطرح جس کے ملنے کو کوئی آیا ہو اوسکے لئے بھی مستحب ہے کہ اوسکو اجازت دیدے بعینہ اسی حکمت کیوجہ سے اور اس قسم کی رعایتیں حضرات صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہیں اور یہی مطلب ہے اوس قول کا جو فارسی میں مشہور ہے آمدن بارادت و رفتن باجازت اور اس سے یہ مراد نہیں کہ اذن لینا واجب ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں پھر وہ استحباب بھی مقید ہے عدم حرج کے ساتھ کلیات شرعیہ کے سبب۔

اصلاح عمل بمصیبت غیر اختیاری

الحديث۔ اذا سبقت للعبد من الله تعالى منزلة لم ينلها بعمل۔ ابتلاه الله في جسده وفي اهله وماله ثم صبر على ذلك حتى

حدیث۔ جب بندہ کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے کوئی (خاص) مرتبہ مقدر ہوتا ہے جسکو وہ اپنے عمل سے حاصل نہ کر سکتا تھا (یعنی اوس درجہ کا کوئی عمل

حتی ینال المنزلۃ التی سبقت لہ
من اللہ عز وجل (تخ د) فی روایۃ
ابن داسۃ وابن سعد (ع) عن
محمد بن خالد السلمی عن ابیہ
عن جدہ (ح) **ف** ویقاس علیہ
باشتراک العلۃ حالۃ القبض التی
تعتری السالکین و یعین ہذا
النفع یسلون الطالبین فالحدیث
اصل لمسئلتہم ہذہ -

اوسکے اعمال میں نہ تھا) تو اللہ تعالی اوسکو
اوسکے جسد اور اوسکے اہل اور اوس کے
مال میں کسی بلاء میں مبتلا کر دیتا ہے پھر وہ
اوسپر صبر کرتا ہے یہانتک کہ وہ اوس مرتبہ
کو حاصل کر لیتا ہے جو اوسکے لئے اللہ تعالے
کی طرف سے مقدر ہوا تھا **ف** اور اسی پر
علت کے اشتراک سے حالت قبض کو
قیاس کیا جاتا ہے جو سالکین کو پیش آتی
ہے اور وہ بعینہ اسی نفع سے طالبین کو
تسلی دیتے ہیں پس یہ حدیث اون کے اس مسئلہ کی اصل ہے -

متعلق اصلاح الاخلاق بالریاضۃ

الحدیث - اذا سمعتم بجبل زال
عن مکانہ فصدقوا واذا سمعتم ۵۲
برجل زال عن خلقہ فلا تصدقوا
فانہ یصیر علی ما جبل علیہ (حم)
عن ابی الدرداء فی العزیزی قال
الشیخ حدیث صحیح **ف** فیہ تصریح
بما قالت حکماء الاخلاق ان بالریاضۃ
لا تزول الاخلاق الجبلیۃ وانما
تضمحل فتسہل مقاومتہا وہذہ
المقاومۃ ہو المقصود فی السلوک
لانہ عمل اختیاری وہو المکلف بہ
بخلاف الاخلاق فانہا ملکات
غیر اختیاریۃ ولیست من التکلیف

حدیث - جب تم کسی پہاڑ کو سنو کہ
اپنی جگہ سے ٹل گیا تو تصدیق کر لو (جب
کوئی دلیل مکذب نہ ہو) اور جب تم کسی
شخص کی نسبت سنو کہ اپنے اخلاق سے
ہٹ گیا تو تصدیق مت کرو (کیونکہ اسکا
مکذب موجود ہے اور وہ مکذب یہ ہے کہ
وہ پھر اوسی (حالت) پر آجاویگا جس پر
پیدا کیا گیا ہے **ف** اس حدیث میں
اوسکی تصریح ہے جس کے حکماء اخلاق
قائل ہیں کہ ریاضت سے اخلاق جبلیہ
زائل نہیں ہوتے (جیسے بعض ناواقف
اسکی کوشش کرتے ہیں) صرف اتنی بات ہے
کہ مضمحل ہو جاتے ہیں جس سے اون کی

(باقی آئندہ)

فی شئ ومن لم یتقن ھذا الاصل لم یخلص من التشویش ابدا فانہ ربما یری بعد المجاھدات الشاقۃ ان الاخلاق ما زالت فییأس من حصول المقصود۔

مقاومت سہل ہوجاتی ہے اور سلوک میں مقصود یہی مقاومت ہے کیونکہ یہ عمل اختیاری ہے اور اسیکا انسان مکلف ہے بخلاف اخلاق کے کہ وہ ملکات غیر اختیاریہ ہیں اور اوسکا مکلف بہ ہونے سے کوئی علاقہ نہیں اور جس شخص نے اس اصل کو مستحکم نہیں کیا اوسکو تشویش سے کبھی نجات نہ ہوگی کیونکہ وہ بعد مجاہدات شاقہ کے بھی بعض اوقات دیکھیگا کہ اخلاق (رذیلہ درجہ تقاضا میں) زائل نہیں ہوئے پس وہ حصول مقصود سے ناامید ہوجائیگا۔

الحدیث۔ اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ (حم) فی الزھد عن عطاء مرسلا (ض) فی العزیزی قال الشیخ لتقع المقابلۃ لا انہ قید فی قبول التوبۃ اھ قلت الحکمۃ فی الاول عندی اخفاء المعصیۃ و فی الثانی عدم وقوع الناس فی الغیبۃ واتقاء تھمۃ الاصرار وفیہ علاج الاستنکاف عن الاعتراف بجھلہ ورجوعہ الی الصواب وھو علاج معمول فی القوم

حدیث۔ جب تجھ سے کوئی گناہ ہوجاوے تو اوسکے قریب ہی توبہ جدید کر۔ پوشیدہ گناہ کے مقابلہ میں پوشیدہ توبہ اور علانیہ گناہ کے مقابلہ میں علانیہ توبہ عزیزی میں ہے شیخ نے فرمایا کہ یہ اسلئے ہے کہ تاکہ (توبہ سے گناہ کا) مقابلہ ہوجاوے نہ یہ کہ ایسا کرنا قبول توبہ کی شرط ہے (بلکہ اگر علانیہ گناہ سے خفیہ توبہ کرلی تب بھی مقبول ہے) میں کہتا ہوں کہ (حکمت مقابلہ کے علاوہ جس کی رعایت صرف اولی ہے کما فی حاشیۃ الحفنی من قولہ لکن الاولی المناسبۃ) اسمیں اور یہی حکمت ہے کہ اوس کی رعایت ضروری ہے چنانچہ میرے نزدیک اول میں یہ حکمت ہے کہ اس میں اخفاء ہے معصیت کا (جوکہ مامور بہ ہے) اور ثانی میں یہ حکمت ہے کہ لوگ اسکی غیبت میں مبتلا نہ ہوں (کیونکہ گناہ کی تو سب کو خبر ہے اور توبہ کی کسیکو خبر نہیں لامحالہ لوگ

غیبت کرینگے) اور (یہ بھی حکمت ہے کہ اعلان میں) اصرار (علی المعصیۃ) کی تہمت سے بچتا ہے اور نیز اپنے جہل کے اعتراف سے اور رجوع الی الحق سے جو عار ہوتی آسمیں اوسکا بھی علاج ہے اور یہ ایک ایسا علاج ہے جو صوفیہ میں معمول ہے۔

تسہیل علاج الغضب

الحدیث۔ اذا غضب احدکم فلیسکت (حم) عن ابن عباس (ح)

حدیث۔ جب تم میں کسیکو غصہ آوے خاموش ہو جاوے۔

الحدیث۔ اذا غضب احدکم وھو قائم فلیجلس فان ذھب عنہ الغضب والا فلیضطجع (حم د حب) عن ابی ذر (صح)۔

حدیث۔ جب تم میں سے کسی کو غصّہ آوے اور وہ کھڑا ہو بیٹھ جاوے اگر غصّہ جاتا رہے تو خیر ورنہ لیٹ جاوے۔

الحدیث۔ اذا غضب الرجل وقال اعوذ باللہ سکن غضبہ (عد) عن ابی ھریرۃ (ض) فی العزیزی فی ھذا الحدیث ویوخذ من کلام المناوی انہ حدیث حسن لغیرہ **ف** الاحادیث الثلثۃ مشترکۃ فی ان فیھا تسھیل العلاج وھو من عادات المشائخ وان لم تکن لازمۃ علیھم وانما اللازم تعلیم طریق التحصیل فقط لکنہ تبرع منھم وحاصل التدبیر الاول کسر سورتہ فانھا تزداد بالنطق بالتجربۃ وحاصل الثانی الابعاد عن ھیئۃ الوثوب والثالث ازالۃ السبب

حدیث۔ جب کسی شخص کو غصہ آوے اور وہ آعوذ باللہ کہ لے تو غصہ کو سکون ہو جاتا ہے۔ **ف** تینوں حدیثیں اس میں مشترک ہیں کہ ان سب میں علاج کی تسہیل ہے اور ایسی تسہیل مشائخ کے معمولات میں سے ہے گو یہ اون کے ذمہ لازم نہیں لازم تو صرف طریق تحصیل کی تعلیم ہے لیکن تسہیل کی تعلیم اونکا تبرع اور پہلی تدبیر کا حاصل جوش کا شکستہ کرنا ہے کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بولنے سے جوش بڑھ جاتا ہے اور دوسری تدبیر کا حاصل ہیئت حملہ سے بُعد اختیار کرنا ہے اور تیسری تدبیر کا حاصل ازالہ ہے سبب کا اور وہ سبب

۵۴

من اغواء الشيطان وذكر الله ومن تتمة هذا الذكر تذكر حكم الله تعالى (عطف على ازالة ۱۲) وتذكر ان من انتصر لنفسه يتخلى الله عنه وهذا كله اذا غضب لغير الله -

اغواء ہے شیطان کا نیز (تیسری تدبیر کا ایک جزو) ذکر اللہ ہے (کیونکہ استعاذہ ذکر بھی ہے) اور اسی ذکر اللہ کا تتمہ یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم کو یاد کرے کہ جو شخص اپنے نفس کے لئے (خلاف شرع) بدلا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اوس سے بیزار ہو جاتا ہے اور یہ سب اوسوقت ہے جب غیر اللہ کیلئے غصہ آوے (ورنہ وہ غصہ خود مطلوب ہے اوسکے علاج کی کیا ضرورت ہے البتہ حدود میں رہنے کا اہتمام ضرور ہے)

الحديث - اذا سئلت فلا تمنع واذا اعطيت فلا تخباء (للحاكم والطبراني والحكيم الترمذي) **ف** وهذان كالخلق اللازم للقوم لا يمنعون ما يسألون على اختلاف في شرائط حسب المصالح ولا يكتمون ما يعطون ويعدون شكر المعطي الحقيقي وللمعطي المجازي ويوخذ من قوله تعالى في الذم ويكتمون ما آتاهم الله من فضله -

حدیث - جب تم سے مانگا جاوے تو روکو مت (دیدو) اور جب تم کو کچھ دیا جاوے تو چھپاؤ مت (ظاہر کردو) **ف** یہ دونوں خصلتیں صوفیہ کے اخلاق لازمہ کے مثل ہیں البتہ اوسکے شرائط میں بنابر مصالح عملاً کچھ اختلاف ہے (جس سے دینے میں صورۃً تفاوت معلوم ہوتا ہے) نیز ان حضرات کو جو کچھ ملتا ہے اوس کو چھپاتے بھی نہیں (ظاہر کردیتے ہیں) اور اس (ظاہر کردینے) کو شکر سمجھتے ہیں معطی حقیقی کا بھی اور معطی مجازی کا بھی اور یہ (نہ چھپانا) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے جو (بخیلوں کی) مذمت میں فرمایا ہے کہ وہ اوس چیز کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اونکو اپنے فضل سے دیا ہے -

۵۵

التکشف عن مہمات التصوف

ــه وجه التردد ان الرمز في الكتاب كان طك وهو ليس رمزا مستقلا فيحتمل ان يكون الرمز ط وك فاتصلا في الكتابة وان يكون حك للحكيم فوقع التصحيف في حرف ح وكتب بصورة ط والله اعلم ۱۲

عدم التعمق في الفروع في العبادة

الحدیث۔ اذا قام احدکم من اللیل فاستعجم القرآن علی لسانه فلم یدر ما یقول فلیضطجع (حم م د ہ) عن ابی ھریرۃؓ (صح) **ف** فیه ادب المجاھدۃ ان یوخرھا اذا ثقلت لان المشقة لیست مقصودۃ بذاتھا وانما المقصود بالذات الاتیان بالعمل علی وجھه والمجاھدۃ مقاومة لموانع ھذا المقصود فاذا فات المقصود بالذات للمقصود بالغیر وجب ترک المقصود بالغیر وھذا ھو طریق المحققین اما غیر المحققین فمنتھی نظرھم ھو المشقة وان فات بھا ما ھو الاھم منھا وھذا غلط عظیم۔

۵۶

حدیث۔ جب کوئی تم میں شب کو (نماز میں قرآن پڑھنے) کھڑا ہو اور قرآن مجید اوسکی زبان پر ثقیل ہونے لگے (یعنی نیند کے غلبہ سے زبان لڑکھڑانے لگے) اور اوسکو یہ نہ معلوم ہو کہ کیا کہہ رہا ہے تو اوسکو چاہیئے کہ لیٹ جائے (تاکہ کچھ سو جانے سے طبیعت ہلکی ہو جاوے پھر اوٹھکر پڑھنے لگے) **ف** اسمیں ادب ہے مجاہدہ کا کہ جب اوس میں گرانی ہونے لگے اوسکو موخر کردے کیونکہ مشقت خود مقصود بالذات نہیں ہے اصل مقصود بالذات عمل کا ادا کرنا ہی اوسکے طریقہ پر اور مجاہدہ اس مقصود کے موانع کا مقابلہ کرنا ہے پس جب مقصود بالغیر کے سبب خود مقصود بالذات فوت ہونے لگے تو اوس مقصود بالغیر کا ترک واجب ہوگا اور محققین کا یہی طریق ہے رہے غیر محققین سو اونکا منتہی نظر صرف مشقت ہے اگرچہ اوسکے سبب ایسی چیز فوت ہو جائے جو اوس سے اہم ہے اور یہ بڑی غلطی ہے۔

اکثر کار سہائے الغیر الافضل لاداء الخشوع

الحدیث۔ اذا قام احدکم الی الصلوۃ فلیسکن اطرافه ولا یتمیل کما تتمیل الیھود فان تسکین الاطراف فی الصلوۃ من تمام الصلوۃ الحکیم (عد حل) عن ابی بکر (رض) **ف** دل علی ان تسکین الجوارح مطلوب

حدیث۔ جب کوئی تم میں نماز کیطرف کھڑا ہو تو اپنے جوارح کو ساکن رکھے اور ادھر اودھر مائل نہ ہو جیسا یہود مائل ہوتے ہیں اسلئے کہ جوارح کا ساکن رکھنا نماز کا متمم ہے **ف** حدیث اس پر دال ہے کہ جوارح کو ساکن رکھنا بھی مطلوب ہے۔

(باقی آئندہ)

کتسکین القلب وھو حقیقۃ الخشوع وکما ان تحرک الاطراف بالارتعاش من غیر تحریک لاینافی الخشوع وسرہ ان الخشوع ماموربہ ولا یکون المامور بہ الامایدخل تحت الاختیار والتحریک داخل تحت الاختیار ولیس التحرک داخلا تحت الاختیار۔

جیسے قلب کو ساکن رکھنا اور یہی حقیقت ہے خشوع کی اور جس طرح جوارح کی حرکت رعشہ سے بدون حرکت دینے کے خشوع کے منافی نہیں اسیطرح قلب کی حرکت بدون حرکت دینے کے خشوع کے منافی نہیں اور راز اسکا یہ ہے کہ خشوع ماموربہ ہے اور ماموربہ وہی چیز ہو سکتی ہے جو اختیار کے تحت میں ہو اور حرکت دینا تو اختیار کے تحت میں ہے اور حرکت ہونا اختیار کے تحت میں نہیں اور تحریک کے اختیاری ہونے سے عدم تحریک کا اختیاری ہونا بھی لازم ہے پس خشوع یہی ہو گا)۔

۵۷

الحدیث۔ اذا قام احدکم فی الصلوٰۃ فلا یغمض عینیہ (طب عد) عن ابن عباس (رض) **ف** دل علی ان المقصود فی الطریق تکمیل العمل علی وفق السنۃ لا الاحوال من دفع الخطرات وغیرھا فان تغمیض العینین مما لہ دخل خاص فی دفع الخطرات ومع ذلک نھی عنہ وھذا امر لم یختلف فیہ اثنان من من اھل التحقیق۔

حدیث۔ جب تم میں کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے **ف** یہ حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہ مقصود اس طریق میں عمل کی تکمیل ہے سنت کے موافق۔ نہ کہ احوال جیسے دفع خطرات وغیرہ اسلئے کہ آنکھیں بند کرنے کو خاص دخل ہے دفع خطرات میں اور باوجود اسکے اس سے ممانعت کی گئی ہے اور اس میں دو شخص بھی محققین میں سے اختلاف نہیں کرتے

(حاشیہ: المقصود من الطریق تکمیل الاعمال لا الاحوال)

الحدیث۔ اذا قصر العبد فی العمل ابتلاہ اللہ تعالیٰ بالھم (حم) فی الزھد عن الحکیم مرسلا (ح) فی العزیزی عن المناوی لیکون مایقاسیہ من جابرا

حدیث۔ جب بندہ عمل میں کوتاہی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اوسکو فکر میں مبتلا کرتے ہیں عزیزی نے مناوی سے نقل کیا ہے کہ (یہ اسلئے ہوتا ہے) تاکہ جو مصیبت

(حاشیہ: مصائب الغم والحزن والتعب)

لتقصیرہ مکفرالتھاونہ اھ وبمعناہ
فی حرف الکاف بعد اذا مانصہ اذا کثرت
ذنوب العبد فلم یکن لہ من العمل
مایکفرھا ابتلاہ اللہ تعالی بالحزن
لیکفرھا عنہ (حم) عن عائشۃ
(ح) ف دل الحدیثان علی کون
الھم والحزن ویدخل فیہ
القبض نعمۃ عظیمۃ حیث یکفر
بھما الذنوب ومن ثم تری القوم لا
یضیقون بالبلایا فانھم یشاھدون
حکمتھا فتسھل علیھم۔

جھیل رہا ہے اس سے اسکی تقصیر کا تدارک
ہوجاوے اور اوسکی سستی کا کفارہ ہوجاوے
اور اسی مضمون کی ایک حدیث یہ ہے
کہ جب بندہ کے گناہوں کی کثرت ہوجاتی
ہے اور اوسکے پاس ایسا کوئی عمل نہیں ہوتا
جس سے اون گناہوں کا کفارہ ہوجاوے
تو اللہ تعالیٰ اوس شخص کو کسی رنج میں
مبتلا کردیتا ہے تاکہ اوس رنج سے اوس
گناہ کا کفارہ ہوجاوے **ف** دونوں
حدیثیں فکر اور رنج کے جس میں قبض بھی
داخل ہے نعمت عظیمہ ہونے پر دال ہیں
کہ اون دونوں سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اسی مقام سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ ۵۸
بلاؤں سے تنگ نہیں ہوتے کیونکہ وہ اسکی حکمت کا مشاہدہ کرتے ہیں اسلئے وہ بلا
اون پر سہل ہوجاتی ہے۔

عادۃ الصوفیۃ من السکوت عن سوال التعنت

الحدیث۔ اذا قعد احدکم الی
اخیہ فلیسالہ تفقھا ولا یسألہ
تعنتا (فر) عن علی (رض) **ف** فیہ
ادب السوال واذا لم یکن
السوال بھذہ المشابۃ
لا یکون سوالا فلا یجب الجواب عنہ
وعلیہ جماعۃ الصوفیۃ حیث
لا یجیبون السائل المتعنت بخلاف
اھل القشر فانھم یخافون النسبۃ

حدیث۔ جب کوئی شخص تم میں سے
اپنے (مسلمان) بھائی کے پاس (مسائل
وغیرہ پوچھنے کے لئے) بیٹھے تو اوسکو چاہیئے
کہ سمجھنے کے لئے پوچھے (یعنی استفادہ
وتحقیق مقصود ہو امتحان اور اظہار عجز اور
خجل کرنا مقصود نہ ہو کہ یہ حرام ہے کذا
فی العزیزی) **ف** اس میں سوال کا
ادب (بتلایا گیا) ہے اور جب سوال
اس طریقہ کا نہ ہوگا تو وہ سوال ہی نہیں

الی الجہل فیجیبون ویضیع وقتہم
ولو تاملنا فی قواعد الشرع لساغ لنا
القول بحرمۃ ھذا الجواب فان التعنت
حرام والجواب للمتعنت اعانۃ علی الحرام

اوسکا جواب دینا بھی ضروری نہ ہوگا اور
جماعۃ صوفیہ اسی (معمول) پر ہیں کہ سائل
متعنت کو جواب نہیں دیتے بخلاف ظاہر
پرستوں کے کہ وہ (سکوت کرتے ہوئے)
اس سے ڈرتے ہیں کہ ہم جہل کیطرف منسوب نہ کئے جائیں اسلئے جواب دیتے ہیں اور
اونکا وقت ضائع ہوتا ہے اور اگر ہم قواعد شرع میں غور کریں تو ہم کو اس جواب کے
حرام کہنے کی گنجائش ہے کیونکہ تعنت حرام ہے اور متعنت کو جواب دینا اس حرام کی
اعانت ہے (اور اعانت حرام کی حرام ہوتی ہے)

الحدیث - اذا قمت فی صلاتك
فصل صلاۃ مودع ولا تکلم بکلام
تعتذر منہ واجمع الایاس مما فی
ایدی الناس (حم ہ) عن ابی ایوب
(صح) **ف** فیہ ثلثۃ امور الامر
الاول طریق احسان الصلوۃ بمراقبۃ
تودیع الدنیا وکون ھذہ الصلوۃ
آخر صلاۃ والامر الثانی الاحتیاط
فی الکلام والتامل قبلہ فی کونہ
بحیث لا یضطر الی الاعتذار منہ
فی الدنیا او فی الآخرۃ والامر الثالث
تعلیم الزھد وبیان حقیقتہ من العزم
علی قطع الامل مما فی ایدی الخلق
من متاع الدنیا فان من فعل ذلك
استراح قلبہ فان الزھد یریح القلب

حدیث - جب تم نماز میں کھڑے ہو تو
ایسے شخص کی سی نماز پڑھو جو (دنیا کو)
رخصت کر رہا ہے (اور جس کو پھر نماز میسر
نہ ہوگی گویا یہ اخیر نماز ہے) اور ایسا کلام
مت کرو جس سے تم کو معذرت کرنا پڑے
اور لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ (مال و متاع)
ہے اوس سے ناامیدی کو دل میں جما لو
ف اس میں تین امر مذکور ہیں اول
نماز کے کامل کرنے کا طریقہ اس مراقبہ سے
کہ ہم دنیا کو رخصت کر رہے ہیں اور (اسلئے)
یہ نماز آخری نماز ہے (پھر شاید نصیب نہ ہو)
اور امر ثانی کلام میں احتیاط کرنا اور کلام
سے پہلے اوسکو سوچ لینا کہ ایسا کلام ہو
جس سے معذرت کرنا نہ پڑے خواہ دنیا
میں یا آخرت میں اور امر ثالث زہد کی تعلیم ہے

۵۹

والبدن وھذہ کلہا من اعمال الصوفیۃ الصافیۃ۔

اور زہد کی حقیقت کا بیان ہے وہ حقیقت یہ ہے کہ اسپر عزم کرلے کہ مخلوق کے ہاتھ میں جو کچھ متاع دنیا ہے سب سے امید قطع کردے سو جو شخص ایسا کریگا اوسکا قلب راحت میں رہیگا کیونکہ زہد قلب اور بدن دونوں کو راحت دیتا ہے اور یہ سب امور صوفیہ صافیہ کے اعمال میں سے ہیں۔

الحدیث۔ اذا کان اٰخر الزمان واختلف الاھواء فعلیکم بدین اھل البادیۃ والنساء (حب فی الضعفاء فر) عن ابن عمر (رض) قال الحفنی ای ظہرت البدع والعقائد الفاسدۃ وکثرت مطالعۃ کتب الفلاسفۃ فالزموا اعتقاد اھل البادیۃ والنساء المقلدین لان ایمانھم صحیح ولا تطالعوا تلک الکتب لئلا تضلوا وقال العزیزی عن العلقمی ای الزموا اعتقادھم مما یعتقدونہ من کون الباری الھا واحدا لاشریک لہ وعن المناوی ای الزموا اعتقادھم من تلقی اصل الایمان وظاھر الاعتقاد بطریق التقلید والاشتغال بفعل الخیر اھ

ف۔ دل علی ما علیہ القوم من اصل الاھتمام بالاعمال والاکتفاء علی الضروری من العلم وعدم الخوض فی الزوائد منہ

ع ۶۰

حدیث۔ جب آخری زمانہ ہو اور خیالات فاسدہ مختلف ہونے لگیں تو تم دیہاتیوں اور عورتوں کا طریقہ دینیہ اختیار کرنا حفنی نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ جب بدعات اور عقائد فاسدہ ظاہر ہوں اور فلاسفہ کی کتابوں کا مطالعہ کثرت سے ہونے لگے تو تم دیہاتیوں اور عورتوں کے جو کہ مقلد محض ہوتے ہیں اعتقاد کو اختیار کرنا اور ان کتابوں کا مطالعہ مت کرنا تاکہ گمراہ نہ ہوجاؤ عزیزی نے علقمی سے نقل کیا ہے کہ دیہاتیوں اور عورتوں کے اعتقاد کو اختیار کرنا کہ وہ باری تعالیٰ کو واحد لاشریک لہ اعتقاد کرتے ہیں (اور اس میں تدقیق نہیں کرتے) اور مناوی نے نقل کیا ہے کہ ان کے اعتقاد کو اختیار کرو کہ اصل ایمان اور ظاہر اعتقاد کو بطریق تقلید قبول کرتے ہیں اور نیکی کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں **ف** یہ حدیث اوسی طریق پر دلالت کرتی ہے

السراج ج ۱ ص [illegible]

(باقی آئندہ)

۶۱ ایجاب اتخاذ الاسباب للعوام مع تعین التوکل لاهل الکمال

ولیس آخر الزمان قید الحکم فان الحکم دائم وانما ذکرہ لعدم وقوع ضرورۃ هذا الاهتمام فی خیر القرون۔

جس پر صوفیہ قائم ہیں کہ اصلی اہتمام اعمال کا کرتے ہیں اور علوم میں سے قدر ضروری پر اکتفا کرتے ہیں (خواہ علی العین ضروری ہو خواہ علی الکفایہ) اور زوائد علوم میں خوض نہیں کرتے اور آخری زمانہ یہ اس حکم کی قید نہیں کیونکہ یہ حکم دائم ہے صرف اسلئے اسکا ذکر کیا ہے کہ خیر القرون میں اسکے اہتمام کی ضرورت واقع نہ ہوئی تھی۔ (اوسوقت سب ایسے ہی تھے)

الحدیث - اذا کان فی آخر الزمان لابد للناس فیہا من الدراهم والدنانیر یقیم الرجل بہا دینہ ودنیاہ (طب) عن المقدام (رض) **ف** ومن ثم تری بعض اهل الطریق یدخرون قدر الضرورۃ من المال حذرا عن التشویش والطبائع مختلفۃ فی التشویش بعدم المال وعدمہ واعظم معین علی المقصود اجتماع الخواطر وهو یتفاوت باختلاف الطبائع فمنہم من یجتمع همہ بوجود المال ومنہم من ینتشر همہ بہ وللعیال وفقد هو ایضاً مدخل فیہ وبہ یجمع بین النصوص المرجحۃ للفقر اورعایۃ الغنی کحدیث الشیخین من قولہ علیہ السلام خیر الصدقۃ ما کان عن ظهر غنی وکحدیث ابی داؤد من قولہ علیہ السلام جهد المقل لمن سالہ

حدیث - جب آخر زمانہ ہوگا (یعنی خیر القرون کے بعد) اوسوقت لوگوں کے لئے دراہم ودنانیر ضروری ہوجاویں گے جس سے آدمی اپنے دین اور دنیا کو قائم رکھ سکے گا (بخلاف خیر القرون کے کہ اکثر طبائع میں توکل کی قوت تھی اور عام طبائع میں اہل توکل کی خدمت کا اہتمام تھا اسلئے ذخیرہ رکھنے کی حاجت نہ تھی) **ف** اور اسی جگہ سے تم بعض اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ ضرورت کی قدر مال جمع رکھتے ہیں تاکہ تشویش سے بچے رہیں اور طبائع آپس مختلف ہیں بعض کو مال کے نہ ہونے سے تشویش ہوتی ہے اور بعض کو نہیں ہوتی اور مقصود (طریق) پر بڑی معین چیز جمعیت خاطر ہے اور یہ طبائع کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے بعضے ایسے ہیں جنکے خیالات مال کے ہونے سے

۶۳ عدم الغلو فی الاعمال

الحدیث - اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لا یدری لعلہ یذھب یستغفر فیسب نفسہ (مالک فی د ت ہ) عن عائشۃ - **ف** دل علی ما دل علیہ الحدیث المار قریبا اولہ اذا قام احدکم من اللیل من التعدیل فی المجاھدۃ -

حدیث - جب تم میں کوئی شخص اونگھنے لگے اور وہ نماز پڑھتا ہو تو اوسکو چاہیئے کہ سو رہے یہانتک کہ نیند جاتی رہے کیونکہ جب کوئی اونگھنے میں نماز پڑھے گا اوسکو کیا خبر شاید ارادہ کرے استغفار کا پھر اپنے کو کوسنے لگے (مثلا اللھم اغفرلی کہنا چاہا اور غلبہ نعاس سے اللھم اعفرلی کہنے لگا یعنی بجائے غین معجمہ کے عین مہملہ نکل جائے جس کے معنی ہیں کہ مجھکو خاک میں ملادے) **ف** یہ حدیث بھی اوسی مضمون پر دال ہے جس پر وہ حدیث دال ہے جو قریب ہی گذری ہے جسکا شروع یہ ہے اذا قام احدکم من اللیل اور وہ مضمون تعدیل فی المجاہدہ ہے -

۶۴ اختلاف احوال الذکر باختلاف احوال الذاکرین

الحدیث - اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون انکم تراؤن (طب) عن ابن عباس (رض) **الحدیث** ج اذکروا اللہ ذکرا خاملا قیل وما الذکر الخامل قال الذکر الخفی (ابن المبارک فی الزھد) عن ضمرۃ بن حبیب مرسلا (رض) فی العزیزی یؤخذ من کلام المناوی انہ حدیث حسن لغیرہ **ف** یؤخذ من المجموع ما علیہ الصوفیۃ ان کلا مامور بما ھو الاصلح الانفع لہ وقد جرب ان فی ابتداء السلوک الذکر الجھر اُنفع لکونہ انشط علی العبادۃ وفی غیر الابتداء

حدیث - اللہ تعالی کا ایسا ذکر کرو کہ منافقین (یعنی بددین معترضین) یوں کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو۔ **دوسری حدیث** اللہ تعالی کا ذکر گمنام طور پر کرو عرض کیا گیا کہ گمنام طور پر ذکر سے کیا مراد ہے آپنے فرمایا کہ ذکر خفی **ف** مجموع حدیثین سے وہی امر ماخوذ ہوتا ہے جسپر صوفیہ ہیں کہ ہر شخص کو وہی حکم ہے جو اوس کے لئے انفع و اصلح ہو (پس بعض کے لئے جہر نافع ہے بعض کو خفی) اور تجربہ ہوا ہے کہ ابتداءِ سلوک میں تو جہر زیادہ نافع ہوتا ہے کیونکہ اس سے عبادت میں نشاط پیدا ہوتا ہے

(باقی آئندہ)

الذكر الخفى افضل لسلامتہ من نحو رياء ودل الاول ايضًا على ان خوف الرمى بالرياء ليس عذرا فى ترك الذكر	(جس کی ابتداء میں زیادہ حاجت ہے اور غیر ابتداء میں خفی زیادہ افضل ہے کیونکہ اسمیں ریاء کا خطرہ نہیں اور پہلی حدیث

اس پر بھی دال ہے کہ محض خوف ریاء سے ذکر ترک نہ کرے (ہمارے حضرت مرشد علیہ الرحمۃ بکثرت یہ ارشاد فرماتے تھے۔

الحديث۔ استكثر من الناس من دعاء الخير لك فان العبد لا يدرى على لسان من يستجاب له او يرحم (خط) فى رواية مالك عن ابى هريرة (رض) **ف** اكثر من يعمل به الصوفية فانهم يطلبون الدعاء من كل مسلم۔	**حدیث**۔ لوگوں سے دعائے خیر کثرت سے طلب کیا کرو کیونکہ بندہ کو معلوم نہیں کس کی زبان پر اس کے لئے دعا قبول ہو جاوے یا اسپر رحمت ہو جاوے **ف** سب سے زیادہ اسپر صوفیہ عمل کرتے ہیں کیونکہ وہ ہر مسلمان سے دعا طلب کرتے ہیں۔
الحديث ج استكثروا من الاخوان فان لكل مومن شفاعة يوم القيامة ابن النجار فى تاريخه عن انس (رض) **ف** هذا هو المصلحة فى عادة بعض المشائخ من التوسع فى قبول البيعة كما كان عليه شيخى رح وكان يصرح بهذا الرجاء ومنهم من يضيق فيه غيرة فى الدين وامتحانا للطالبين ولكل وجهة هو موليها۔	**حدیث**۔ بہت سے بھائی بناؤ کیونکہ ہر مومن کے لئے قیامت کے روز ایک شفاعت ہوگی (شاید وہ شفاعت تمہارے ہی حق میں ہو جاوے (اور وہ تعارف سے ہوگی) **ف** اور یہی مصلحت ہے بعض مشائخ کے اس معمول میں کہ وہ قبول بیعت میں توسع کرتے ہیں جیسا کہ میرے حضرت شیخ رح کا یہی معمول تھا اور اسی امید (مذکور) کی تصریح فرمایا کرتے تھے اور بعض

مشائخ اس میں تنگی فرماتے ہیں غیرت فی الدین اور امتحان طالبین کے لئے اور ہر ایک کی ایک سمت توجہ ہے کہ وہ اوس کی طرف رخ کئے ہوئے ہے۔

الحديث۔ اسلموا ان كنت كارها (حم ع)	**حدیث**۔ مسلمان ہو جا اگرچہ بے رغبتی سے

والضياء عن انس (صحیح) قال الحفنی
خاطب به النبی صلی الله علیه وسلم
رجلا كارها للاسلام باقراره له صلی الله
علیه وسلم قوله كارها ای فی ذلك الوقت
فببركة الشهادة یحصل الانشراح بعد
ف ومن ثم تری المحققین من اهل
الطریق لا یضیقون الامر علی المبتدئین
ویقبلون منهم كل عمل خیر وان لم یصف
عن الكدورة ثم اذا اعتادوه استقام
وكان كما ینبغی -

حفنی نے (اس کی شرح میں) کہا ہے کہ یہ
خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص
سے فرمایا تھا جسکو اسلام سے یعنی اس سے
کہ آپ کی نبوت کا اقرار کرے کراہت تھی
تو اوسوقت تو کراہت تھی مگر شہادت کی
برکت سے بعد میں انشراح بھی حاصل
ہو جاویگا **ف** اس مقام سے تم اہل
طریق کے محققین کو دیکھتے ہو کہ وہ مبتدیوں
پر سخت گیری نہیں کرتے اور اون سے
ہر عمل خیر کو قبول کر لیتے ہیں اگرچہ عمل
کدورت سے صاف نہ ہو (یعنی اوس میں خلوص نہ ہو) پھر جب اون مبتدیوں کو اُسکی
عادت ہو جاتی ہے تو وہ عمل ٹھیک ہو جاتا ہے اور جیسا ہونا چاہیئے تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے

۶۶ **الحدیث** - اعظم الناس هما
المؤمن یهتم بامر دنیاه وامر اخرته (ه)
عن انس (ض) **ف** دل علی فضل
الهم اذا كان عن ضرورة ولو بالدنیا
فهو احدی طریق الوصول الی الله كما
ان الفراغ عن الهموم احدی طرق
ومن ثم تری المحققین من اهل
الطریق لا یرجحون الفارغ علی المشغول
للضرورة بل قد یفوق المشغول علی
الفارغ لكونه اشد مجاهدة -

تفضیل الاہتمام بالدین مع الاہتمام بالدنیا

حدیث - سب سے اعظم اہتمام میں مومن ہے
کہ اپنی دنیا کا بھی اہتمام کرتا ہے اور اپنی
آخرت کا بھی **ف** اس سے فکر (و اہتمام)
کی فضیلت معلوم ہوتی ہے جب ضرورت
سے ہو اگرچہ دنیا ہی کے متعلق ہو (حظوظ
نفس و فضول کے لئے نہ ہو) پس یہ بھی
ایک طریق ہے وصول الی اللہ کا جیسا
(بعض کے لئے) فراغ عن الافکار اوسکا
ایک طریق ہے اور اسی مقام سے تم محققین
اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ فارغ (عن التعلقات)
کو مشغول (بالتعلقات) پر جب یہ شغل ضرورت سے ہو ترجیح نہیں دیتے بلکہ کبھی مشغول کو

فارغ پر فوقیت ہو جاتی ہے کیونکہ یہ مجاہدہ میں اشد ہے (کہ با وجود افکار دنیوی کے کہ بعض اوقات وہ مانع ہو جاتے ہیں دین کا اہتمام کرتا ہے)

رعاية السهولة في المعاشرات

الحدیث - اعظم العيادة اجرا اخفها والتعزية مرة (البيهقي) وفي الجامع الصغير برواية البزار عن علي واقتصر على الجزء الاول فقط ورد العزيزي على من رواها بالموحدة بدليل تعقيبه في رواية بقوله والتعزية مرة **ف** دل الحديث بجزئيه على رعاية السهولة في المعاشرات فان تطويل القعود عند المريض قد يثقل عليه وكذا تكرار التعزية تذكير للحزن والمطلوب انساءه ولذلك شرعت التعزية التي حقيقتها التسلية ليخف اثر الحزن فتذكيره مرة بعد مرة هدم لموضوعها وامثال هذه الرعاية كالامور الطبعية للقوم كما هو مشاهد۔

حدیث - سب میں بڑا اجر اس عیادت کا ہے جو ہلکی پھلکی ہو اور تعزیت ایکبار ہونا چاہیئے **ف** یہ حدیث اپنے دونوں جزوں سے معاشرات میں سہولت کی رعایت پر دال ہے کیونکہ مریض کے پاس دیر تک بیٹھنا بعض اوقات اوسپر ثقیل ہوتا ہے اور اسی طرح تعزیت کا بار بار کرنا غم کا یاد دلانا ہے اور مطلوب (شرع میں) غم کا دل سے اتارنا ہے اور اسی (مصلحت کے) لئے تعزیت مشروع ہوئی ہے جس کی حقیقت (لغویہ و شرعیہ) ازالۂ غم ہے تاکہ حزن کا اثر خفیف ہو جاوے پس اوسکا بار بار یاد دلانا اوسکے موضوع کو منہدم کرنا ہے اور ایسی رعایتیں حضرات صوفیہ کے مثل امور طبعیہ کے ہیں جیسا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

۶۷

الاعتزاز بعزة الدين

الحدیث - اعز امر الله يعزك الله (للديلمي) **ف** المراد بالامر الدين وقد يلتبس هذا الاعزاز بالكبر على بعض من لا يتامل فينكر على اهل الله في بعض معاملاتهم۔

حدیث - دین کی عزت کر (یعنی ایسا کوئی کام مت کرو جس سے دین کی سبکی ہو) اللہ تعالیٰ تجھکو عزت دیگا **ف** کبھی یہ اعزاز دین بعض ایسے لوگوں کی نظر میں جو تامل سے کام نہیں لیتے کبر سے ملتبس ہو جاتا ہے

پس وہ لوگ اہل اللہ پر اونکے بعض معاملات میں نکیر (و اعتراض) کرنے لگتے ہیں۔

الحديث - اعقلها وتوكل (للترمذی)
ف دل علی ان التوکل لا یتوقف علی
قطع الاسباب وانما یحمد فی بعض
الاحوال لبعض الاشخاص ولتفصیل
مقام آخر -

الحديث - اعدی عدوك نفسك
التی بین جنبیك (للبیهقی) **ف**
مشهور بین الصوفیة وهذا
هو المقصود من ایراده لئلا
یظن ان لیس له اصل -

٢٨ **الحديث** - اغسلوا ایدیکم ثم
اشربوا فیها فلیس من اناء اطیب
من الید (ه هب) عن ابن عمر
(رض) **ف** دل علی ترك التکلف
لکن مع النظافة فان الشرب من
الایدی ترك للتکلف وغسلها
تحصیل للنظافة وهذا هو الوسط
بین طرفی التکلف والتدنس
المذمومین -

الحديث - اغسلوا ثیابکم وخذوا
من شعورکم واستاکوا وتزینوا وتنظفوا
فان بنی اسرائیل لم یکونوا یفعلون
ذلك فزنت نساءهم ابن عساکر

حدیث - اونٹنی کو باندہ دے اور (پھر)
توکل کر **ف** یہ حدیث اسپر دال ہے کہ
توکل قطع اسباب پر موقوف نہیں البتہ بعض
احوال میں بعض اشخاص کے قطع اسباب بھی
محمود ہے اور اوسکی تفصیل کے لئے دوسرا مقام ہے

حدیث - تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا
نفس ہے جو تیرے پہلوؤں کے درمیان
میں ہے **ف** یہ حدیث صوفیہ میں مشہور
ہے اور یہاں اسکے وارد کرنے سے یہی مقصود
ہے تاکہ اوسکو بے اصل نہ سمجہا جاوے -

حدیث - اپنے ہاتھوں کو دہو کر انہیں
پانی پیا کرو اسلئے کہ کوئی برتن ہاتھ سے
زیادہ پاکیزہ نہیں ہے **ف** یہ حدیث
ترک تکلف پر دال ہے لیکن مع نظافت
کے اس لئے کہ ہاتھ میں لیکر پانی
پینا ترک تکلف ہے اور اونکا دہونا
تحصیل ہے نظافت کی اور یہی اعتدال
ہے درمیان دو طرفوں کے ایک تکلف
دوسرا میلا کچیلا ہونا جو کہ دونوں مذموم ہیں -

حدیث - اپنے کپڑے دہو لیا کرو اور
اپنے بال لے لیا کرو اور صفائی رکھا کرو
کیونکہ اکثر ابنی اسرائیل ایسا نکرتے تھے
(بلکہ میلے کچیلے رہتے تھے - شاید اس کو

(باقی آئندہ)

عن علی رض) **ف** فیه مطلوبیة القدر الضروری من الزینة واحدی حکمه ما هو مذکور فی الحدیث ومنها اظهار نعمة الله کما یظهر من غیر حدیث

رہتے تھے۔ شاید اسکو زہد سمجھتے ہوں) سو اون کی عورتیں زنا کرنے لگیں (کیونکہ خاوندوں سے اونکو نفرت ہوئی اور دوسرے زینت کرنے والوں کی طرف رغبت کرنے لگیں) **ف** اس سے ضروری زینت کا مطلوب ہونا معلوم ہوئی اور اسکی ایک حکمت تو وہ ہے جو حدیث میں مذکور ہے (اور یہ حکمت خاص بی بی والوں کے لئے ہے) اور دوسری حکمت اظہار ہے حق تعالیٰ کی نعمت کا جیسا متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے (اور یہ حکمت عام ہے بی بی والوں کے لئے اور غیر بی بی والوں کے لئے)

الحدیث ج افضل الاعمال ان تدخل علی اخیک المؤمن سرورا او تقضی عنه دینا او تطعمه خبزا ابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج (هب) عن ابی هریرة (عد) عن ابی هریرة (ح) **ف** وهذا کله من ادوم اخلاق الصوفیة والزمها لاسیما الاول منها والثالث۔

حدیث۔ سب اعمال سے افضل (یعنی بعض اعتبارات سے) یہ ہے کہ تو اپنے بھائی مسلمان پر سرور کو داخل کرے یا اوسکی طرف سے کوئی دین ادا کرے یا اوسکو روٹی (مراد مطلق کھانا) کھلائے **ف** یہ سب صوفیہ کے اخلاق دائمہ لازمہ ہیں خاصکر اول و ثالث۔

الحدیث۔ افضل الذکر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمد لله (ت ن ہ حب ك) عن جابر رض **ف** ویلزم منه ان افضل الذاکرین من لزم افضل الذکر وبهذا یثبت افضلیة الصوفیة من سائر الناس فان التزامهم هذا الذکر معلوم ودل الجزء الثانی علی ان [illegible]

حدیث۔ سب اذکار سے افضل لا اله الا الله ہے اور سب دعاؤں سے افضل الحمد للہ ہے **ف** اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ ذاکرین میں سب سے افضل وہ ہوگا جو اس افضل الاذکار کو لازم پکڑے اور اس سے صوفیہ کی افضلیت باقی لوگوں پر ثابت ہوتی ہے کیونکہ اونکا التزام اس ذکر پر معلوم ہے اور دوسرا جزو اسپر دال ہے

۶۹

يشتغل بالدعاء صورة لاشتغاله بالذكر لاينكر عليه بترك الدعاء فان الذكر ايضا دعاء حقيقة وان لم يسم دعاء فى العرف

کہ بعض بزرگ جو ظاہراً دعا میں مشغول نہیں ہوتے اسوجہ سے کہ وہ (زیادہ تر) ذکر میں مشغول رہتے ہیں اس ترک دعا سے اون پر نکیر نہ کی جاویگی کیونکہ ذکر بھی (جس میں وہ مشغول ہیں) دعا ہی ہے حقیقۃً (چنانچہ الحمد للہ کو دعا فرمایا گیا ہے) گو عرف میں اسکو دعا نہیں کہا جاتا (مگر جو اصل مقصود ہے دعا سے یعنی توجہ الی اللہ وہ ذکر میں حاصل ہے)

اصل اکرام اولاد الکرام

الحديث ۔ افضل الناس مومن بين كريمين (طب) عن كعب بن مالك رض ف هو اصل لما عليه القوم من الزيادة فى اكرام اولاد الصلحاء كما هو مشاهد منهم فان الحديث رجح اولاد الكرام على سائر العوام ۔ ۷۰

حدیث ۔ سب لوگوں سے افضل وہ مومن ہے جو دو کریموں کے درمیان ہو (یعنی اوسکے ماں باپ متقی ہوں لان الکرم ہو التقویٰ وقال تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) **ف** یہ حدیث صوفیہ کے اس معمول کی اصل ہے کہ وہ بزرگوں کی اولاد کی زیادہ تعظیم کرتے ہیں جیسا مشاہدہ ہے کیونکہ حدیث بزرگوں کی اولاد کو دوسرے عوام پر ترجیح دیتی ہے ۔

جواز العمل بالرخص

الحديث ج افضل امتى الذين يعملون بالرخص (ابن لال) عن عمر رض **ف** ليس المراد ان الرخص افضل من العزائم وانما هذه الفضيلة لاحدى العوارض فمنها العجب بالعمل بالعزائم وهذا موكول الى راى الشيخ لا الى راى المريد ومنها تسويل النفس تركها لعدم المشقة فيها ومنها الشك فى دليلها انه على الاخيرين اخفى وهذا كله فيما يجوز العمل فيه بالعزيمة واما

حدیث ۔ میری امت میں افضل وہ لوگ ہیں جو رخصتوں پر عمل کرتے ہیں **ف** اسکا یہ مطلب نہیں کہ رخصت عزیمت سے افضل ہے یہ فضیلت رخصت کی صرف کسی عارض کی وجہ سے ہے ایک عارض یہ ہی کہ عزائم پر عمل کرنے سے عجب پیدا ہو جاوے اور یہ شیخ کی رائے پر ہے مرید کی رائے پر نہیں اور ایک عارض یہ ہے کہ نفس اوسکے ترک کو اس لئے ترجیح دے کہ اوس میں مشقت نہیں (اور نفس یہ کہے کہ اجر ہوتا ہے

ما لا یجوز فیہا بالعزیمۃ فان العزیمۃ هنالك هی الرخصۃ وهذا کلہ مما یمارسہ القوم علمًا وعملًا۔

مشقت سے تو اوس میں ثواب کم ملیگا جیسے باوجود تیمم جائز ہونے کے وضو کی مشقت اٹھانے کہ تیمم کا ثواب کم ہے حالانکہ جس محل میں وہ مشروع ہے اوسکا ثواب بھی وضو سے کم نہیں) اور ایک یہ ہے کہ اوس کی دلیل میں شک ہے جیسے اہل بدعت کو مسح خفین میں کلام ہے یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے معارض ہے اسلئے اوسکی دلیل مرجوح ہے حالانکہ اوس کی دلیل بھی قطعی ہے اور مخصص ہے قرآن کی) اخیر کے دو عارض پر حنفی متنبہ کیا ہے اور یہ سب اوس صورت میں ہے جہاں عزیمت پر بھی عمل جائز ہے باقی جس میں عزیمت پر عمل جائز نہیں وہاں تو یہی عزیمت ہے کہ رخصت پر عمل کیا جاوے (جیسے حنفیہ کے نزدیک قصر) اور یہ سب صوفیہ کی مزاولت میں ہے علمًا بھی عملًا بھی۔

۱۷ **الحدیث** ج افضلکم الذین اذا رأوا ذکر اللہ تعالی لرؤیتہم (الحکیم عن انس رض) **ف** فی حاشیۃ الحفنی اذا رؤا بالبصر او البصیرۃ اھ فعم زیارتهم وذکرهم وهذا احدی علامات الولایۃ حیث یغلب علی القلب ذکر اللہ والتوجہ الیہ بزیارتهم وذکرهم۔

حدیث۔ تم میں سے سب سے افضل وہ لوگ ہیں کہ جب اُنکو دیکھا جاوے تو اللہ یاد آجاوے اُن کے دیکھنے سے **ف** حاشیہ حفنی میں ہے کہ یہ دیکھنا خواہ بصر سے ہو (جسکو دیکھنا کہتے ہیں) خواہ بصیرت سے ہو (جسکو خیال کہتے ہیں) اھ پس یہ حدیث عام ہوئی اونکے دیکھنے کو اور اونکے تذکرہ کو (کیونکہ تذکرہ سے انکا خیال آجاتا ہے) اور یہ علامات ولایت میں سے ایک علامت ہے کہ اونکے زیارت اور اُنکے تذکرہ سے حق تعالیٰ کی یاد اور اُس کی طرف توجہ کا قلب پر غلبہ ہوجاتا ہے۔

افضلیت اہل الورع

الحدیث۔ افضل الدین الورع (للضیاء[عہ] او ابن ضریس) **ف** ومن ثم

حدیث۔ دین (کے اجزاء) میں سب سے افضل ورع (یعنی معاصی سے بچنا) ہے

عہ وجہ التردد ان المکتوب فی النسخۃ ض ولیس من الرموز فهو اما ضا للضیاء او ضر لابن ضریس ۱۲

نری العارفین یعتنون بہ اشد اعتناء اکثر من تکثیر الاعمال والعامۃ لا یلتفتون الیہ ولا یعدونہ من الکمالات

ف اسی جگہ سے تم عارفین کو دیکھتے ہو کہ اوسکی طرف اشد درجہ کی توجہ تکثیر اعمال سے بھی زیادہ کرتے ہیں اور عوام اُسکی طرف

التفات بھی نہیں کرتے اور اسکو کمالات میں شمار نہیں کرتے کیونکہ اس عبادت کی صورت عدمی ہے جو محسوس نہیں ہوتی وہ لوگ وجودی عبادت کو زیادہ دیکھتے اور سمجھتے ہیں)

علہ قال (العزیزی علم) اسنادہ حسن

الحدیث۔ اقل من الذنوب یھن علیك الموت واقل من الدین تعش حرًّا (ھب) عن ابن عمر ف وھذا مشاھد فی القوم یجدون الموت حین تفکرھم فیہ ھینًا لافاضۃ الانوار علی قلوبھم بسبب الطاعۃ بخلاف العاصی اذا تفکر فیہ وجدہ صعبا لوحشیتہ من ذنوبہ وکذلک یعیشون احرارًا لا یتذللون للمخلوق کما یتذلل من علیہ الدین لمن لہ الدین۔

حدیث۔ گناہ کم کر (یعنی مت کر) تجھپر موت آسان ہوجاویگی اور قرض کم کر (یعنی مت کر) تو آزادی کی زندگی بسر کرے گا

ف اور صوفیہ میں اسکا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ وہ جب موت کا خیال کرتے ہیں تو اُن کو سہل معلوم ہوتی ہے کیونکہ طاعت کے سبب اونکے قلوب پر انوار فائض ہوتے ہیں (اُن کی برکت سے اُن کو موت سے وحشت نہیں ہوتی) بخلاف عاصی کے وہ جب موت کا خیال کرتا ہے وہ اُس کو

حدیث موت و خاتمہ بالموت والمال

۷۲

وحشت ذنوب کے سبب سخت معلوم ہوتی ہے اسی طرح صوفیہ آزاد رہکر زندگی بسر کرتے ہیں کسی مخلوق کے سامنے تذلل اختیار نہیں کرتے جیسا قرضدار قرضخواہ کے سامنے تذلل اختیار کرتا ہے (مطلب یہ کہ ذلت کی جڑ احتیاج ہے وہ کسی احتیاج کا علاقہ نہیں رکھتے)

اصل التواجد

الحدیث۔ اقرأوا القرآن بالحزن فانہ نزل بالحزن (للطبرانی) ف فیہ اصل التواجد اذا لم یکن ریاءً بل یکون استجلابًا للخشوع وکون الحزن الاختیاری تواجدًا ظاھرٌ۔

حدیث۔ قرآن مجید غمگینی کے ساتھ پڑھو کیونکہ وہ غمگینی ہی کے ساتھ نازل ہوا ہے

ف اس میں اصل ہے تواجد کی جب ریاء سے نہو بلکہ تحصیل خشوع کے لئے ہو اور حزن اختیاری کا تواجد ہونا ظاہر ہے

(باقی آئندہ)

کیونکہ وجد غیر اختیاری ہوتا ہے اور یہاں وجد اختیاری ہے ورنہ مامور بہ نہ ہوتا)

الحدیث - اقیلوا ذوی الهیئات عثراتهم الا الحدود (للامام احمد فی مسنده) **ف** وهذا هو المشاهد فی ائمة الطریق تنزیلاً للناس منازلهم واما المغلوبون من القوم فیسوون بین ذوی الهیئات وغیرهم ویعذرون للغلبة وعامة الناس یرجحون الآخرین علی الاولین جهلاً منهم۔

حدیث - اہل وجاہت کی لغزشیں معاف کردیا کرو بجز حدود کے **ف** اہل طریق میں جو مقتدا ہیں ان میں یہی امر مشاہدہ کیا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے مرتبہ پر رکھتے ہیں باقی مغلوب درویش وہ اہل وجاہت اور غیر اہل وجاہت میں مساوات رکھتے ہیں اور یہ بھی معذور ہیں بوجہ مغلوب ہونے کے مگر عام آدمی ان مابعد والوں کو ماقبل والوں پر ترجیح دیتے ہیں جسکا سبب ناواقفی ہے۔

الحدیث - اکابر امتی الذین لم یعطوا فیبطروا ولم یقتر علیهم فیسألوا (تخ) والبغوی وابن شاهین عن الجذع الانصاری (ح) **ف** هذا هو التعدیل الذی یرشد الیه المحققون من القوم ویأمرون السالك بان لا ینهمکوا فی کسب غیر الموجود بالتجاوز عن حد الضرورة ولا یضیعوا الموجود فیتشوشون فیتذللون۔

حدیث - میری امت میں سب سے بڑے (درجہ میں) وہ لوگ ہیں جن کو نہ تو اتنا مال ملا ہو جس سے وہ اترانے لگیں اور نہ ان پر اتنی تنگی کی گئی ہو جس سے (وہ لوگوں سے) مانگنے لگیں (یہ مانگنا عام ہے خواہ صریح طور پر ہو خواہ ترکیبوں سے ہو) **ف** یہی وہ اعتدال جس کی طرف صوفیہ محققین رہبری کرتے ہیں اور سالک کو حکم کرتے ہیں اور سالک کو حکم کرتے ہیں کہ جو چیز اپنے پاس موجود نہو اوسکے کمانے میں اتنا انہماک نہ کریں کہ حد ضرورت سے آگے بڑھ جاویں اور جو چیز اپنے پاس موجود ہو اُس کو ضائع نکریں جس سے مشوش ہو جاویں اور ذلت اختیار کریں (یعنی طمع وحرص اور عرض حاجت میں مبتلا ہو جاویں)

الحدیث - اکثر من اکلة کل یوم

حدیث - ایک دن میں ایک بار سے

تحقیق الاکل مرتین فی یوم واحد

سرف هب عن عائشة۔ واورده فی کنز
العمال ایضا برمز هب عن عائشة وضعفه
وزاد فیها والله لا یحب المسرفین و
ورد فی الجامع الصغیر فی حرف الکاف
من فعله صلی الله علیه وسلم بلفظ کان
اذا تغدی لم یتعش واذا تعشی لم یتغد
برمز (حل) عن ابی سعید وکتب
الی جنبه علامة (صح) لکن الغالب
انه تصحیف لانه صرح العزیزی فی
العبارة بانه اسناد ضعیف فیقدم الصریح
علی الرمز وکان هذا تحقیقا لثبوت
الحدیث واما تحقیق مدلوله فهو ان ۴۷
بعض اهل الزهد تعلق بظاهر لفظه
وادعی کراهة الاکل کل یوم مرتین
ولا یصح التعلق لا ثبوتا ولا دلالة اما
الاول فلضعفه۔ والکراهة من الاحکام
فلا تثبت بالضعیف وان لم یثبت
ما یعارضه۔ فلو ثبت فبالاولی وقد ثبت
قولا وفعلا اما الاول فیکفیك الحض
علی السحور والافطار ویکونان فی یوم
واحد واما الثانی ففی جمع الفوائد
فی کتاب الزهد بروایة الترمذی
ما اکل آل محمد اکلتین فی یوم واحد

زیادہ کھانا اسراف ہے اور ایک روایت
میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اللہ تعالی اسراف
کرنیوالوں کو پسند نہیں فرماتے اور کنز العمال
میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور
ایک روایت میں (فعلی حدیث) ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کو
کھانا نوش فرماتے تو شام کو نوش نہ فرماتے
اور جب شام کو نوش فرماتے تو صبح کو نوش
نہ فرماتے اور عزیزی نے اس حدیث کو
ضعیف کہا ہے اور یہ تو حدیث کے ثبوت
کی تحقیق ہے (کہ ضعیف ہے) باقی اسکے
مدلول کی تحقیق وہ یہ ہے کہ بعض اہل زہد
نے اس کے ظاہر الفاظ سے تمسک کر کے
دعوی کیا ہے کہ ایک دن میں دو بار کھانا
مکروہ ہے اور اس حدیث سے یہ تمسک
صحیح نہیں نہ ثبوتاً نہ دلالۃً۔ ثبوتاً تو اسلئے
کہ حدیث ضعیف ہے (جیسا ابھی گذرا)
اور کراہۃ منجملہ احکام کے ہے پس
حدیث ضعیف سے وہ ثابت نہ ہوگی اگرچہ
کوئی اسکا معارض بھی ثابت نہو اور اگر
معارض بھی ثابت ہو جاوے تو بدرجۂ
اولی (کراہۃ ثابت نہوگی) اور (یہاں)
معارض ثابت ہو چکا ہے قولاً بھی فعلاً بھی

الا احدهما تمر ففيه تصريح بان الاكل
مرتين في يوم واحد لا يعاب في بيته
صلى الله عليه وسلم فكيف يحكم عليه
بالكراهة اما الثاني اي دلالة الحديث
على الكراهة فيظهر حاله بالتامل في
الفاظ الحديث فان عللها بكونه اسرافا
والاسراف لا يجتمع مع الحاجة والاباحة
فيحمل الحديث على ما اذا اكل مرة ثانية
من غير جوع كما هو عادة المترفين الخادمين
للبطن بيسا كلون اداء لحق الوقت
كان الوقت سبب لوجوب الاكل كما هو
سبب لوجوب الصلوة واما من اكل
للحاجة فلا شناعة فيه اصلا حتى ان من
احتاج الى اكثر من مرتين لعارض المرض
او النقاهة لا حرج في اكثر من مرتين
ايضا ويحمل حديث اذا تغدى لم يتعش الخ
على عدم وجدان الغداء والعشاء في
اكثر الاحوال فكان بيانا لما كان عليه
رسول الله صلى الله عليه وسلم من ضيق
المعيشة كما روى الشيخان عن عائشة
رضي الله عنها قالت لقد مات النبي
صلى الله عليه وسلم وما شبع من خبز
وزيت في يوم واحد مرتين لا على ترك

قولی ثبوت میں تو یہ بات کافی ہے کہ سحر و
افطار کی ترغیب دی گئی ہے اور (ظاہر
ہے کہ) دونوں ایک ہی دن میں ہوتے
ہیں اور فعلی ثبوت یہ ہے کہ حدیث میں
ہے کہ جب کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کے گھر والوں نے ایک دن میں دوبار
کھانا کھایا ہے تو ادن میں ایک بار کا
کھانا خرما ضرور ہوا ہے اس میں تصریح
ہے کہ ایک دن میں دو بار کھانا آپ کے
دولت خانہ میں معیوب نہیں تھا تو اس پر
کراہتہ کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے رہا
امر ثانی یعنی حدیث کی دلالت کراہتہ پر ۷۵
سو اسکا حال خود حدیث کے الفاظ میں
غور کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ اسکی
علت اسراف فرمائی گئی ہے اور اسراف
حاجت اور اباحت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا
پس حدیث اُس صورت پر محمول ہوگی
جبکہ دوسری بار بدون بھوک کے کھائے
جیسا اہل تنعم خادمان شکم کی عادت ہے
کہ محض ادائے حق وقت کے لئے کھاتے
ہیں گویا وقت سبب ہے وجوب اکل کا
جیسا وقت سبب ہے وجوب صلوۃ کا
باقی جو شخص حاجت کے سبب کھاوے

الغداء او العشاء عمداً فتنبه واحذر ان تقع فی الافراط والتفریط والله اعلم

او اس میں کچھ بھی شناعت نہیں حتیٰ کہ اگر کسی شخص کو دو بار سے زائد کھانے کی حاجت ہو کسی مرض یا نقاہت کے سبب اُس کے کئے دو بار سے زائد کھانے میں بھی حرج نہیں یا اُس حدیث کو کہ صبح کو کھا کر شام کو نوش نہ فرماتے اور بالعکس اِس پر محمول کیا جاوے کہ اکثر احوال میں کھانا موجود نہ ہوتا تھا پس اس حدیث میں اُس تنگی کا بیان ہوگا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثری حالت تھی جیسا بخاری ومسلم کی حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور ایک دن میں دو بار روٹی اور روغن زیتون سے آپ شکم سیر نہیں ہوئے اور حدیث اس پر محمول نہیں کہ آپ قصداً صبح وشام کا کھانا ترک فرما دیتے تھے۔ اچھی طرح سمجھ لو اور افراط وتفریط میں واقع ہونے سے احتیاط کرو واللہ اعلم۔

76 **الحدیث**۔ اکثروا ذکر اللہ حتے یقولوا مجنون (حم ع حب ك هب) عن ابی سعید (ح) **الحدیث** اکثروا ذکر اللہ تعالی حتی یقول المنافقون انکم مراؤن (ص حم) فی الزهد (هب) عن ابی الجوزاء مرسلاً (ض) **ف** مر الحدیثان قریباً باختلاف یسیر فی الالفاظ احدهما بعد حدیث اذا کان فی آخر الزمان والآخر بعد حدیث اذا نعس وبینهما الفصل بحدیثین وقد مر ما فیهما من الفوائد فلا حاجة الی عادتهما نعم رایت فی حاشیة

حدیث۔ ذکر اللہ کثرت سے کرو یہاں تک کہ لوگ مجنون کہنے لگیں **حدیث** ذکر اللہ کثرت سے کرو یہاں تک کہ لوگ ریاکار کہنے لگیں **ف** دونوں حدیثیں تھوڑے تفاوت سے قریب ہی گذری ہیں ایک تو اس حدیث کے بعد اذا کان فی آخر الزمان دوسری اس حدیث کے بعد اذا نعس اور دونوں کے درمیان دو حدیث کا فصل ہے اور دونوں کے متعلق فوائد بھی گذر چکے ہیں انکے اعادہ کی حاجت نہیں البتہ میں نے حاشیہ حفنی میں بعض زائد فوائد دیکھے ہیں

بعض الفوائد المتعلقة بالذکر من الحفنی

باقی آئندہ

الحفني بعض الزوائد وان لم يكن مدلول
الحديث لكن له التعلق به فرأيت نقله
تتميماً للفائدة فقال في الحديث الاول
اكثروا ذكر الله اي باي نوع كان
والاولى لاهل النفوس الامارة لا اله
الا الله فان لها سراً عجيباً في التطهير
ولذا اختارها اهل الله الملقنون
للاذكار فانها كالسيف القاطع ولاسيما
عن شيخ وقال في الحديث الثاني اكثروا
ذكر الله الخ ولذا كان السلف يلقن بعضهم
بعضاً الذكر لاخذ ذلك بالحديث المسلسل
فاذا لقن الشيخ تلميذه اهتزت تلك السلسلة
وفاض عليه النور منها بقدر اعتقاده في
شيخه وينبغي للذاكر ان يبتدئ بالنفي
من جهة يمينه لان الشيطان فيها ويذكر
لفظ الله جهة يساره لان القلب جهة
يساره فالتحرك في الذكر وارد عن السلف
بخلاف التحرك في قراءة القرآن والعلم
فالاولى تركه اي تفصله خلاف الاولى
فان غلب الحال على الشخص فلا بأس به
ويسن الجهر بالذكر حيث لم يخف رياءً ولم
يشوش على نائم والا اسرّ فلا يطلق
القول وذلك لان الجهر ينشط ولذا قال

گو وہ حدیث کے مدلول نہیں لیکن اُسکے
متعلق ہیں اُن کا نقل کرنا تتمیم فائدہ کیلئے
مناسب معلوم ہوا سو حدیث اول کے تحت
میں اونھوں نے کہا ہے کہ ذکر کی کثرت کرو
جس طرح ہو اور نفس امارہ والوں کے لئے
لا الہ الا اللہ کا ذکر زیادہ اولیٰ ہے اس میں
تطہیر کے لئے سر عجیب ہے اسی لئے اہل اللہ
نے جو کہ ذکر کی تلقین کرتے ہیں اس کو
اختیار کیا ہے وہ شمشیر براں کیطرح ہے خصوص
جب کسی شیخ کی طرف سے تلقین ہوا اور
حدیث ثانی کے تحت میں کہا ہے کہ اسی لئے
۷۷ سلف ایک دوسرے کو ذکر کی تلقین کرتے
تھے کیونکہ اس میں (گویا) حدیث مسلسل کو
اخذ کرنا ہے پس جب شیخ اپنے مرید کو تلقین
کرتا ہے وہ سلسلہ حرکت کرتا ہے اور جتنا
شیخ سے اعتقاد ہوتا ہے اتنا ہی اُس سلسلہ
کا نور اُس پر فائض ہوتا ہے اور ذاکر کے
لئے مناسب ہے کہ لا الہ الا اللہ کو داہنی طرف
سے شروع کرے کیونکہ اس جہت میں شیطان
ہے (شاید یہ اس آیت سے ماخوذ ہو قالوا
انکم کنتم تاتوننا عن الیمین) اور الا اللہ کو بائیں
طرف ذکر کرے کیونکہ قلب بائیں جہت میں
ہے سو ذکر میں حرکت کرنا سلف سے منقول ہے

شخص لشخص یذکر فی المسجد بحضرتہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ہذا ریاء فقال صلے اللہ علیہ وسلم دعوہ فانہ ھیم اھ قلت ولم ار ہذا الحدیث فلیحقق فقط

اور قرآن اور علم میں حرکت کا ترک اولی ہے یعنی جو قصداً ہوا ور اگر کسی پر حال غالب ہو جاوے تو کچھ ڈر نہیں اور ذکر میں جہر مسنون ہے جب کہ ریاء کا خوف نہ ہو اور اور کسی سونے والے (یا نماز پڑھنے والے) کو پریشانی نہ ہو ورنہ آہستہ کرے علی الاطلاق ایک ہی بات نہ کہدے کیونکہ جہر سے نشاط ہوتا ہے اسیواسطے کسی شخص نے دوسرے شخص کی نسبت جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ذکر جہر کرتا تھا یوں کہدیا کہ یہ ریا ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اسکو اس کے حال میں رہنے دو یہ عاشق ہے اھ مگر میں نے یہ حدیث نہیں دیکھی تحقیق کر لیا جاوے

الحدیث- الزم بیتك (طب) عن ابن عمر (ض) **ف** فیہ الحض علی العزلۃ قال الحفنی وہذا فی حق غیر المطہرین من الطالبین للوصول اھ قلت وفی حق المطہرین الطالبین لاستعداد الوصول کما اعتزل صلے اللہ علیہ وسلم عن الناس اول حالہ وفی حق الواصلین الفارین عن الفتنۃ اذا لم یتعینوا للاصلاح او لم یتوقعوا الاصلاح وحیث لا یوجد ہذہ العوارض فالامر الاصلی ہو المخالطۃ للافادۃ والاستفادۃ کما نطقت بہ النصوص الکثیرۃ -

حدیث- اپنے گھر سے (یعنی جو اپنے رہنے کا ٹھکانا ہو اوس سے) چمٹا رہ (یعنی گھر سے بے ضرورت نہ نکل) **ف** اس میں ترغیب ہے گوشہ نشینی کی حفنی نے کہا ہے یہ اون لوگوں کے حق میں ہے جن کو طہارت نفس حاصل نہیں ہوئی اور وہ وصول کے طالب ہیں اھ میں کہتا ہوں کہ اور اون مطہرین (متقین) کے حق میں بھی ہے جو استعداد وصول کے طالب ہیں جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء حال میں لوگوں سے علحدگی اختیار فرمائی تھی اور اون واصلین کے حق میں بھی ہے جو فتنہ سے بھاگتے ہیں (یعنی فرار عن الفتنہ اونکی عزلت کا باعث ہے) مگر اوسمیں شرط یہ ہے کہ ان حضرات پر اصلاح کا مدار نہ ہو گیا ہو یا انکو اصلاح کی امید نہ رہی ہو

فضل العزلۃ ای لزوم البیت

اورجس جگہ یہ عوارض نہ پائے جاویں تو امر اصلی یہی ہے کہ افادہ و استفادہ کے لئے مخالطت کی جاوے جیسے بکثرت نصوص ناطق ہیں۔

الحدیث - الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ (ھب) عن المطلب ابن عبداللہ (رض) و فی کنوز الحقائق برمز (ذ) و بلفظ اکرہ ان یکون فی دینکم

ف قال العزیزی فالامر للاباحۃ اھ قلت لکن اذا نظرنا الی حکمۃ ھذا الامر من قولہ فانی اکرہ الخ ترجح کونہ للندب ولو بالغیر وھو ان یری الناس کون الدین سمحا فیحبب الیھم وھو اقوی داع للعامۃ الی الدین ومن ثم تری المحققین لا یعبسون ولا یبسرون وییسرون ولا یعسرون ویبشرون ولا ینفرون ویمزحون تارۃ ویشتغلون بالمباحات اخری ویراعون فی ھذا کلہ الاعتدال الا من غلب علیہ حال الھیبۃ فھو غیر مکلف بھذہ المصالح۔

حدیث - کچھ کھیل کود بھی لیا کرو میں اسکو پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں سختی دیکھی جاوے **ف** عزیزی نے کہا ہے کہ یہ امر اباحۃ کے لئے ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جب ہم اس امر کی حکمت پر نظر کرتے ہیں یعنی یہ ارشاد کہ میں پسند نہیں کرتا الخ تو اس امر کا ندب کے لئے ہونا راجح معلوم ہوتا ہے اگرچہ مندوب ہونا عارض کے سبب سے ہوگا اور وہ عارض یہ ہے کہ لوگوں کو دین کا سہل اور نرم ہونا نظر آوے اور اس کے سبب انکو دین سے محبت ہوجاوے اور عام لوگوں کے لئے یہ دین کی طرف بہت قوی داعی ہے اور اسی مقام سے تم محققین کو دیکھو گے کہ ناک منہ چڑھا کر نہیں بیٹھتے اور آسان برتاؤ رکھتے ہیں سختی کا برتاؤ نہیں کرتے اور بشارتیں دیتے رہتے ہیں اور نفرت نہیں دلاتے اور کبھی کبھی خوش طبعی کرتے ہیں اور کبھی مباحات (تفریحیہ) میں مشغول ہوجاتے ہیں اور ان سب میں اعتدال کی رعایت رکھتے ہیں مگر جن لوگوں پر ہیبت کا حال غالب ہو سو وہ ان مصالح کے مکلف نہیں۔

الحدیث - اللہ مع الدائن حتی یقضی دینہ (للترمذی) **ف** وورد

حدیث - اللہ تعالی قرضدار کے ساتھ ہیں یہاں تک کہ اپنے قرض کو ادا کردے

79

اختلاف مسالک اہل السیر فی الاستدانۃ وعدمہا

التحذیر فی بعض الاحادیث عن الدین والجمع بینہما ان الدین من غیر ضرورۃ یحذر عنہ وما عن الضرورۃ مع نیۃ القضاء جالب لمعیۃ الحق واھل الطریق مختلفون فیہ فمنہم من غلب علیہ الحال الاولی فیستدینون توکلا علی اللہ ویبذلون فی الخیر ویتوسعون فی مفہوم الضرورۃ ومنہم من غلب علیہ الحال الثانیۃ فیاخذون بجانب الاحتیاط ویتضیقون فی مفہوم الضرورۃ والاسلم لاھل زماننا ھو الطریق الثانی

ف اور بعض حدیثوں میں قرض سے ڈرایا گیا ہے اور دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جو قرض بلا ضرورت ہو قابل حذر ہے اور جو ضرورت سے ہوا اور اوس کے ساتھ نیت ادا کی بھی ہو وہ معیت حق کا سبب ہے اور اہل طریق اس میں (عملاً) مختلف ہیں بعض پر تو پہلا حال غالب ہے (جو متن میں ہے) وہ توکل پر قرض لے لیتے ہیں اور نیک کاموں میں خرچ کر دیتے ہیں اور ضرورت کے مفہوم میں توسع کرتے ہیں (یعنی غیر شدید ضرورت کو بھی ضرورت شمار کرتے ہیں جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ مہمانوں کے لئے بھی مقروض رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے وفات کے دوسرے تیسرے ہی دن ایک شخص کو توفیق دی کہ اوسنے سب قرض ادا کر دیا جو کئی ہزار تھا) ۸۰
اور بعض پر دوسرا حال غالب ہے (جو متن کے بعد مذکور ہے) وہ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں اور ضرورت کے مفہوم میں تنگی کرتے ہیں (یعنی غیر شدید ضرورت کو ضرورت شمار نہیں کرتے جیسے ہمارے ہی زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ قرض میں بیحد احتیاط فرماتے تھے) اور اسلم ہمارے زمانہ والوں کے لئے یہی دوسرا طریقہ ہے (کہ قرض سے بچے حتی کہ مہمان کو بھی اپنی تنگی میں شریک کرے وجہ یہ کہ اسوقت طبائع بھی ضعیف ہیں اور اہل اللہ کی ضرورتوں کی طرف اہل دنیا کو توجہ بھی کم ہے تو مقروضیت کا نتیجہ ایسی حالت میں بجز پریشانی کچھ نہیں اور پریشانی سے علاوہ کلفت کے بعض اوقات دین کو بھی ضرر پہونچ جاتا ہے۔

الحدیث - اما اھل النار الذین

حدیث - اور جو واقعی اہل نار ہیں اس

(باقی آئندہ)

ھم اھلہا الی قولہ ولکن ناس اصابتھم النار بذنوبھم فاماتتہم اماتۃ الحدیث قلت مر الحدیث مع بعض فوائدہ فی ھذا الشطر الثالث بلفظ اذا ادخل اللہ الموحدین۔

ادخل اللہ الموحدین فقط۔

اس قول تک لیکن بعض لوگوں کو انکو گناہوں کے سبب آگ لگے گی اور وہ اونکو موت دیدیگی الخ میں کہتا ہوں یہ حدیث مع اپنے بعض فوائد کے اسی تیسرے حصہ میں ان الفاظ سے گذر چکی ہے اوا

الحدیث۔ اما بعد فواللہ انی لاعطی الرجل وادع الرجل والذی ادع احب الی من الذی اعطی ولکن اعطی اقواماً لما اری فی قلوبھم من الجزع والھلع و اکل اقواماً الی ما جعل اللہ فی قلوبھم من الغنی والخیر منہم عمرو بن تغلب (خ) عن عمرو بن تغلب (صحیح) **ف** فیہ ان الشیخ اذا قدم احداً فی شئ من العنایۃ لیس لہ ان یری تقدمہ ولا لغیرہ ان یشکو الشیخ فان التقدیم قد یکون لمصلحۃ من دون ان یکون مقدماً فی الواقع وفیہ ان المدح فی وجہ احد انما یذم اذا خیف مفسدۃ واما اذا امنہا فلا محذور فیہ کما مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راوی الحدیث واذا کان فیہ مصلحۃ فبالاولی۔

حدیث۔ بعد حمد صلوۃ کے واللہ میں بعض آدمی کو دیدیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا اور جس کو نہیں دیتا وہ (بعض وقت) میرے نزدیک اوس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جسکو دیتا ہوں لیکن (باوجود اسکے) بعضے لوگوں کو اس لئے دیدیتا ہوں کہ اونکے قلب میں اضطراب اور کمزوری دیکھتا ہوں (کہ اگر ان کو نہ ملیگا تو پریشانی سے اونکا ایمان متزلزل ہوجاویگا) اور بعض لوگوں کو اوس چیز کے حوالہ کردیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اونکے دلوں میں غنا اور خیر پیدا کی ہے (اونکی طرف سے اطمینان ہوتا ہے کہ یہ ہر حال میں مستقل رہیں گے اس لئے اونکو دینے کی ضرورت نہیں سمجھتا) ایسے لوگوں میں سے عمرو بن تغلب بھی ہیں **ف** اس حدیث میں اسپر دلالت ہے کہ

۸۱

جواز المدح فی الوجہ اذا امن الفتنۃ

اگر شیخ کسی کو کسی خاص عنایت (ورعایت) میں (دوسروں پر) مقدم کردے تو نہ اوسکو جائز ہے کہ وہ اپنے کو (رتبہ میں) مقدم سمجھنے لگے اور نہ اور کسی کو جائز ہے کہ شیخ کی شکایت کرنے لگے (کہ اس میں کوئی استحقاق تقدیم کا نہیں) کیونکہ تقدیم کبھی کسی مصلحت سے ہوتی ہے یہ ضرور نہیں کہ وہ شخص واقع میں بھی (رتبہ کے اعتبار سے مقدم ہو (بلکہ معاملہ بالعکس بھی ہوتا ہے جیسا اس حدیث میں آپ نے قوی الایمان کو نہیں دیا اور ضعیف الایمان کو دیا اور اوسکی مصلحت بھی بیان فرمادی مگر ہر وقت مصلحت بیان فرمانا بھی شیخ کے ذمہ نہیں) اور اس حدیث میں یہ (مسئلہ) بھی ہے کہ کسی کے مونھہ پر اوس کی تعریف کرنا صرف اسی صورت میں مذموم ہے (چنانچہ دوسری احادیث میں اس سے نہی آئی ہے) جب کہ اوس سے کسی مفسدہ کا اندیشہ ہو (مثلاً ممدوح میں عجب پیدا ہو جائیگا) لیکن اگر مفسدہ سے امن ہو تو (پھر) اوس میں کوئی خرابی نہیں اور اگر اس میں کوئی مصلحت بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی جیسا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے راوی حدیث کی (اونکے مونھہ پر) مدح فرمائی (جس میں مفسدہ نہ ہونا تو ۸۲
یقینی ہے اور غالب یہ ہے کہ اوس میں مصلحت بھی تھی (مثلاً اس سے اونکا دل بڑھا ہوگا اور دین کو اور زیادہ قوت ہوگئی ہوگی"

خیر الامور اوساطہا

الحدیث۔ امرا بین الامرین وخیر الامور اوساطہا (رھب) عن عمرو بن الحرث بلاغا (ض) **قلت** وبھذا تعلق اھل التحقیق فی التربیۃ وھذہ الاوساط اصعب الامور علی الشیخ علما واسھلہا وانفعہا للطالب عملاً۔

حدیث۔ ایسے امر کو اختیار کرو جو افراط وتفریط کے درمیان ہو اور سب سے اچھے وہ امور ہیں جو اوسط درجہ کے ہیں میں کہتا ہوں محققین نے تربیۃ میں اسی سے تمسک کیا ہے اور شیخ کے لئے ان اوساط کی علمی تحقیق سب سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ اونکو کبھی اپنے طرفین سے التباس ہو جاتا ہے) اور طالب کے لئے اس پر عمل کرنا سب سے زیادہ سہل اور نافع ہے (اور افراط میں سہولت نہیں تفریط میں نفع نہیں۔

الحدیث۔ امسك علیك بعض

حدیث۔ آپ نے حضرت کعب کو جب

مالك فهو خير لك (ق ۳) عن كعب بن مالك (صح) قلت فيه رعاية حال السالك حيث لم يأذن لكعب بن مالك في التصدق بجميع ماله ولم ينه ابا بكر رض عنه وذلك لعلمه صلى الله عليه وسلم بنور النبوة انه لا يصبر على الاضاقة مثل ابي بكر رض وكذلك الشيوخ يختارون لكل ما يرونه مصلحة له بنور فراستهم۔

اونھوں نے غزوہ تبوک کے تخلف سے توبہ قبول ہونیکی خوشی سے سب مال خیرات کرنا چاہا یہ فرمایا کہ کچھ مال اپنے پاس بھی رہنے دو یہ تمہارے لئے خیر و مصلحت ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں رعایت ہے حال سالک کی اس طرح سے کہ آپ نے کعب بن مالک کو تمام مال خیرات کرنے کی اجازت نہیں دی اور حضرت ابو بکر رض کو اس سے منع نہیں فرمایا کیونکہ آپ کو نور نبوت سے اسکا علم تھا کہ یہ ابو بکر رض کی برابر تنگی پر صبر نہ کرسکیں گے اور یہی طریقہ ہے شیوخ کا کہ وہ ہر شخص کے لئے نور فراست سے وہ امر تجویز کرتے ہیں جو اوسکے لئے مصلحت سمجھتے ہیں۔

٨٣ **الحديث** - ان الله تعالى اذا اراد ان يخلق خلقا للخلافة مسح يده على ناصيته فلا تقع عليه عين الا احبته (ك) عن ابن عباس (رض) **ف** الخليفة من يقوم بسياسة الناس واصلاح معاشهم ومعادهم اما مع الامارة وورد اكثر الاحاديث على هذا المعنى واما بدون الامارة كالعلماء والمشائخ وورد القرآن على هذا المعنى وفسر به قوله تعالى اني جاعل في الارض خليفة وادخلوا فيه الانبياء ولم يكن بعضهم امراء ويحتمل الحديث كلا المعنيين ومن ثم قال العزيزي

حدیث - اللہ تعالی جب کسی مخلوق کو خلافت کے لئے پیدا کرنا چاہتا ہے تو اپنا ہاتھ اوسکی ناصیہ پر پھیر دیتا ہے تو اوس شخص پر کوئی آنکھ نہیں پڑتی مگر اوس شخص سے محبت کرتی ہے **ف** خلیفہ وہ شخص ہے جو لوگوں کی سیاست یعنی اونکی معاش و معاد کی اصلاح کی خدمت کرے خواہ حکومت کے ساتھ اور اکثر احادیث میں خلیفہ کے یہی معنے آئے ہیں اور یا بدون حکومت کے جیسے علماء اور مشائخ ہیں اور قرآن میں خلیفہ کے یہ معنی آئے ہیں اور آیۃ اِنِّی جَاعِلٌ

فيه يعني القى عليه المهابة والقبول ليتمكن
من انفاذ الاوامر ويطاع وقال ومن
لازم محبة الخلق له امتثال اوامره وتجنب
نواهيه وتمكن هيبته من القلوب
اه وقال الحفني فيه المراد به من اصطفاه
الله تعالى وجعله هاديا للخلق الى قوله
فليس المراد هٰهنا خليفة الامارة كما
توهمه بعضهم اه قلت ولواريد في الحديث
خليفة الامارة ويقاس عليه خليفة
الارشاد لاشتراك العلة وهي نفع
الناس به لحصل المقصود وهو عموم
الحكم وهذه الهيبة مشتركة بالمشاهدة ۸۴
بين السلاطين وبين اهل الله
المساكين وهي التي عبر عنها بالسلطان
في قوله تعالى لموسى مع هارون عليهما
السلام سنشد عضدك باخيك
ونجعل لكما سلطانا الآية۔

فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةً میں یہی معنی ہیں اور
اسی معنی میں تمام انبیاء کو داخل کیا گیا
ہے حالانکہ بعض انبیاء امراء نہ تھے اور
حدیث میں دونوں معنے کا احتمال ہے
اور اسی وجہ سے عزیزی نے (بمعنے امراء
لیکر یہ) کہا ہے یعنی اوسپر ہیبت اور قبول
کا القاء فرماتے ہیں تاکہ وہ اپنے احکام
جاری کر سکے اور اوسکا کہنا سنا جاوے
اور جب خلق کو اوس سے محبت ہو گی
اسکے لئے لازم ہے کہ اوسکا کہنا مانا جاویگا
اور اوسکی منع کی ہوئی چیزوں سے بچا
جاویگا اور اوسکی ہیبت قلوب میں جمی
رہیگی اھ (پس عزیزی نے سلاطین مراد
لئے ہیں) اور حفنی نے کہا ہے کہ مراد خلیفہ
سے وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے
(ارشاد خلق کے لئے) منتخب کر لیا ہو
اور اوسکو خلق کا ہادی بنایا ہو آگے
کہا ہے کہ یہاں خلیفہ حکومت مراد نہیں ہے جیسا بعض کو شبہ ہو گیا ہے اھ میں کہتا ہوں
کہ اگر حدیث میں خلیفہ حکومت ہی مراد لیا جاوے اور اوسپر (خاص احکام میں) خلیفہ
ارشاد کو قیاس کر لیا جاوے بوجہ مشترک ہونے علت کے اور وہ علت لوگوں کو (دینی)
نفع پہونچانا ہے تب بھی مقصود حاصل ہو جاویگا اور وہ مقصود حکم کا عام ہونا ہے (یعنی
اوس شخص کا صاحب ہیبت ہونا) اور اس قسم کی ہیبت مشاہدہ سے مشترک ہے
سلاطین میں اور ان اہل اللہ مساکین میں (کہ اکثر اوقات سلاطین کی ہمت بزرگوں کے

(باقی آئندہ)

سامنے بولنے کی نہیں ہوتی) اور یہی ہیبت وہ چیز ہے جس کو ساتھ اس آیت میں تعبیر کیا گیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو اُن کے بھائی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ہم ابھی تمہارا بازو تمہارے بھائی سے قوی کئے دیتے ہیں اور ہم دونوں بھائیوں کے لئے ایک رعب دینگے (اس رعب کا یہ اثر ہوا کہ فرعون جیسا متجبر متکبر ان سے دب گیا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے

الحدیث ان اللہ تعالیٰ انزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا ولا تداووا بحرام (د) عن ابی الدرداء **ف** فیہ الحض علی التداوی وھو الغالب من فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان ھو السنۃ وعلیہ الائمۃ من اھل الطریق لکن لما کان الامر للارشاد جاز ترکہ ولا یلام علیہ لاسیما ان کان عن غلبۃ حال التوکل کما علیہ بعض المشائخ وھو احدی درجات التوکل وھی ترک الاسباب الظنیۃ و اعلی منہا التوکل مع مباشرۃ الاسباب فان عدم الاعتماد علی الاسباب مع مباشرۃ الاسباب اعجب منہ اذا لم یباشر الاسباب لما لا یخفی وقال

حدیث بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا دونوں نازل کی ہیں اور ہر بیماری کے لئے ایک دوا مقرر کی ہے سو دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا مت کرو **ف** اس میں ترغیب ہے دوا کرنے
85 پر اور غالب عادت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تھی سو مسنون طریقہ یہی ہوا اور ائمہ اہل طریق اسی مسلک پر ہیں لیکن امر چونکہ ارشادی ہے اس لئے ترک تداوی بھی جائز ہے اور اس پر ملامت نہ کیجاویگی خصوص اگر غلبہ حال توکل سے ہو جیسا بعض مشائخ اس مسلک پر بھی ہیں اور یہ ایک درجہ ہے توکل کا یعنی ترک اسباب ظنیہ اور اس درجہ سے اعلیٰ درجہ وہ توکل ہے جو مباشرت اسباب کے ساتھ ہو کیونکہ اسباب کو استعمال کرتے

العزيزي في قوله لا تداووا بحرام عن العلقمي
وقد استدل الامام احمد بهذا
الحديث وحديث ان الله لم يجعل
شفاء امتي فيما حرم عليها على انه لا يجوز
التداوي بمحرم ولا بشيء فيه محرم
كالبان الاتن ولحوم المحرمات
والترياق والصحيح من مذهبنا جواز
التداوي بجميع النجاسات سوى المسكر
لحديث العرنيين في الصحيحين وان
تشربوا من ابوالها اي الابل
للتداوي كما هو ظاهر الحديث
وحديث الباب لا تداووا بحرام ۸۶
ولم يجعل شفاء امتي فيما حرم عليها
محمول على عدم الحاجة بان
يكون هناك دواء غيره يغني عنه
ويقوم مقامه من الطاهرات
قال البيهقي هذان حديثان ان
صحا محمولان على النهي عن التداوي
بالحرام من غير ضرورة ليجمع بينهما
وبين حديث العرنيين قلت
اي ان لم يكن منسوخا في هذا
الجزء وكما هو منسوخ في الجزء الآخر
يعني المثلة اجماعا ووافق هذا القول

ہوئے اسباب پر اعتماد نہ کرنا بنسبت اسکے زیادہ عجیب ہے کہ اسباب کا استعمال نہ کیا جاوے اور پھر اُس پر نظر نہ ہو جیسا ظاہر ہے (یہ تحقیق تھی تداوی کی آگے تحقیق ہے لا تداووا کی) عزیزی نے لاتداووا بحرام میں علقمی سے نقل کیا ہے کہ امام احمد نے اس حدیث سے اور ایک دوسری حدیث سے کہ اللہ تعالے نے میری امت کی شفاء حرام چیزمیں نہیں رکھی اس پر استدلال کیا ہے کہ نہ حرام (خالص) سے تداوی جائز ہے۔ اور نہ ایسی چیز سے جائز ہے جس میں کوئی حرام جزو ہو جیسے گدھی کا دودھ اور حرام گوشت اور تریاق (جو سانپوں سے تیار ہوتا ہے) اور ہمارے مذہب کا صحیح قول یہ ہے کہ تمام نجس چیزوں سے تداوی جائز ہے بجز نشہ والی چیز کے بدلیل حدیث عرنیین کے جو صحیحین میں ہے کہ اونٹوں کا پیشاب پیو یعنی دوا کے لئے جیسا ظاہر الفاظ حدیث کا یہی مدلول ہے باقی رہی حدیث جو اس مقام پر مذکور رہے

المتاخرون من الحنفية واما المتقدمون منهم فذهبوا الى ماذهب اليه احمد رحمه الله تعالیٰ والله تعالیٰ اعلم۔

اور اسی طرح دوسری حدیث کہ میری اُمت کی شفا حرام میں نہیں رکھی یہ اُس حالت پر محمول ہے جب حاجت نہ ہو اس طرح کہ وہاں دوسری پاک دوا موجود ہو جس سے اُس کی حاجت نہ رہے اور وہ اُس کے قائم مقام ہو سکے (چنانچہ) بیہقی نے کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں (ممانعت کی) اگر صحیح ہوں تو بلاضرورت حرام کے ساتھ تداوی کرنے سے انہی پر محمول ہیں تاکہ ان دونوں میں اور حدیث عرنیین میں تطبیق ہو جاوے میں کہتا ہوں کہ یہ جب ہے جب حدیث عرنیین کی اس جزو میں منسوخ نہ ہو جیسے دوسرے جزو یعنی مثلہ میں اجماعاً منسوخ ہے اور اس قول میں متاخرین حنفیہ نے بھی موافقت کی ہے (کہ ضرورت شدیدہ کیوقت تداوی بالحرام کے جواز پر فتویٰ دیدیا ہے) باقی متقدمین حنفیہ سو اُن کا وہی مذہب ہے جو امام احمد کا مذہب ہے والله تعالیٰ اعلم۔

۸۷

الحدیث ان الله تعالی تجاوز لامتی عما حدثت به انفسها مالم تتکلم به او تعمل به (ق ۴) عن ابی هريرة (طب) عن عمران بن حصین (صح) قال العزیزی و فی روایة اخری ما وسوست به صدورها قال الحفنی المراتب خمسة هاجس و خاطر و حدیث نفس و هم و عزم فالشیٔ اذا وقع فی القلب ابتداء ولم یجل فی النفس سمی هاجسا فاذا کان موقتا و دخیلا

حدیث اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے لئے اُن کے خیالات سے تجاوز فرما دیا ہے جن کی وہ اپنے جی سے باتیں کرتے ہیں جب تک کہ اُن کو مُنہ سے نہ نکالیں یا اُن کو عمل میں نہ لاویں عزیزی نے کہا ہے کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اُنکے سینہ میں جو وسوسے پیدا ہوں حفنی نے کہا ہے کہ (خیال کے) مراتب پانچ ہیں ایک ہاجس دوسرا خاطر تیسرا حدیث النفس چوتھا ہم پانچواں

من اول الامر لم يحتج الى
المراتب التي بعده فاذا جال اى
تردد في نفسه بعد وقوعه ابتداءً
ولم يتحدث بفعل ولا عدمه
سمى خاطراً فاذا حدثته نفسه
بان يفعل به او لا يفعل على حد سوٰ
من غير ترجيح لاحدهما على الاخر
سمى حديث نفس فهذه الثلاثة
لا عقاب عليها ان كانت في الشر
ولا ثواب عليها ان كانت في الخير
فاذا فعل ذلك عوقب او اثيب
على الفعل لا على الهاجس و ۸۸
الخاطر وحديث النفس فاذا
حدثته نفسه بالفعل وعدمه
مع ترجيح الفعل لكن ليس ترجيحا
قويا بل هو مرجوح كالوهم سمى هما
فهذا يثاب عليه ان كان في
الخير ولا يعاقب عليه ان كان
في الشر كما في الحديث فاذا
قوى ترجح الفعل حتى صار جازماً
مصمما لا يقدر على الترك سمى
عزما فهذا يثاب عليه ان كان في
الخير ويعاقب عليه ان كان في الشر

عزم پس جب کوئی بات قلب میں
ابتدائً واقع ہوئی اور اُس نے
نفس میں کوئی حرکت نہیں کی اُس
کو ہاجس کہتے ہیں پھر اگر اُس شخص
کو توفیق ہوئی اور اول ہی سے
اُس کو دفع کر دیا تو وہ مابعد کے
مراتب (کی تحقیق) کا محتاج نہ ہوگا اور
اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے یعنی
وقوع ابتدائی کے بعد اُس کے نفس
میں اُس کی آمد و رفت ہونے لگے
مگر اُس کے کرنے نہ کرنے کا کوئی
منصوبہ نفس سے نہیں باندھا اُس
کو خاطر کہا جاتا ہے جب نفس کرنے
نہ کرنے کا برابر درجہ میں منصوبہ باندھنے
لگا اور انہیں سے کسی ایک کو دوسرے
پر ترجیح نہیں ہوتی اُس کو حدیث نفس
کہتے ہیں سو یہ تین درجہ ایسے ہیں کہ
ان پر نہ عقاب ہے اگر یہ شر میں ہو
اور نہ ثواب ہے اگر خیر میں ہے
پھر جب اس فعل کو کر لیا تب اُس فعل
پر عقاب یا ثواب ہوگا اور ہاجس اور
خاطر اور حدیث النفس پر نہ ہوگا (جیسا
بعض علما اس طرف بھی گئے ہیں)

(باقی آئندہ)

قلت والوسوسة عام لجميع المراتب الثلثة الهاجس والخاطر وحديث النفس فجميع اقسامها غير موٴاخذ به وعدم الموٴاخذة على حديث النفس بالحديث الصحيح وعلى الباقيين بالاولى لانه اذا ارتفع حديث النفس ارتفع ماقبله بالاولى وان خالجك ان الحكم بارتفاع حديث النفس بالحديث يتوقف على كون المراد فى الحديث ما اصطلحتم عليه فما الدليل عليه فارحه بان هذا الاصطلاح عين اللغة والنصوص محمولة على اللغة مالم يطرأ عليها اصطلاح شرعى ولم يطرأ فيحمل على اللغة هو ما ذكرنا فافهم والسر فى عدم الموٴاخذة على الهاجس لانه ليس من فعله وانما هو شئ ورد عليه لاقدرة له عليه ولا صنع والخاطر الذى بعده وان كان قادرا على دفعه بصرف الهاجس اول وروده لكنه لما كان دون حديث النفس وهو مرفوع بالحديث كان

پھر جب نفس میں فعل یا عدم فعل کا منصوبہ ترجیح فعل کے ساتھ ہونے لگا، لیکن وہ ترجیح قوی نہیں ہے بلکہ مرجوح ہے جیسا وہم ہوتا ہے اس کو ہم کہتے ہیں اس پر ثواب بھی ہوتا ہے اگر وہ خیر میں ہے اور عقاب بھی ہوتا ہے اگر شر میں ہے پھر جب فعل کا رجحان قوی ہوگیا یہاں تک کہ جازم مصمم بن گیا کہ ترک پر قابو نہیں رہا اس کو عزم کہتے ہیں اس پر بھی ثواب ہوتا ہے اگر خیر میں ہے اور عقاب ہوتا ہے اگر شر میں ہے اھ میں کہتا ہوں کہ لفظ وسوسہ تینوں مرتبوں کو عام ہے یعنی ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس سو وسوسہ کی ان تینوں قسموں پر مواخذہ نہیں ہے اور دونوں حالتوں میں حکم معافی کا مختلف نہیں ہوتا اور حدیث النفس پر مواخذہ نہ ہونا تو حدیث صحیح سے ہے (جو اوپر مذکور ہوئی) اور بقیہ دو پر (یعنی ہاجس و خاطر پر) عدم مواخذہ بالاولی ہے۔ کیونکہ جب حدیث النفس معاف ہے تو اُس کے ماقبل کے درجات (یعنی ہاجس و خاطر جو کہ

مرفوعا بالاولی کما ذکرنا وبهذا
انحل اشکال عویص وهو ان الکلیات
الشرعیة والقواعد العقلیة تقتضی
المؤاخذة علی الاختیاری وعدم
المؤاخذة علی غیر الاختیاری
فاختصاص الامة المرحومة من
بین الامم ان کان باعتبار غیر
الاختیاری من المراتب المذکورة
یلزم تکلیف الامم السابقة بغیر
الاختیاری وهو ینافی الکلیات الشرعیة
وان کان باعتبار الاختیاری فما الفرق
بین اختیاری واختیاری حیث یؤاخذ ۹۰
علی العزم ولا یؤاخذ علی حدیث
النفس مع اشتراکهما فی کونهما اختیارین
وجه الانحلال ان الاختصاص باعتبار
الاختیاری والفرق بین العزم وبین
الخاطر وحدیث النفس ان
الخاطر وکذا حدیث النفس وان کان
دفعه اختیاریا لکنه یحتاج الی
قصد الدفع وکثیرا ما یقع الذهول
عن هذا القصد فیجوا الاول الی الثانی
والثالث فالمؤاخذة علیه لا ینافی
الکلیات الشرعیة لکن الرحمة الالهیة

اُس سے اہون وادون ہیں) بدرجہ
اولیٰ معاف ہونگے اور اگر تمکو یہ خلجان
ہو کہ حدیث کی بنا پر حدیث کی معافی
کا حکم اس پر موقوف ہے کہ حدیث
میں (حدیث النفس کے) اصطلاحی
معنی مراد ہوں تو اس کی کیا دلیل ہے
پس اس خلجان کو اس طرح دفع کرو
کہ یہ اصطلاح بعین لغت ہے اور
نصوص معنی لغویہ ہی پر محمول ہوتے
ہیں جب تک معانی لغویہ پر کوئی
شرعی اصطلاح طاری نہ ہو جاوے
اور یہاں طاری نہیں ہوئی۔ پس
لغوی معنی ہی مراد ہونگے اور لغوی معنی
(حدیث النفس کے) وہی ہیں جو ہم نے
اوپر ذکر کیا۔ خوب سمجھ لو۔ اور ہاجس
پر عدم مواخذہ کا راز یہ ہے کہ یہ اُس
کا فعل نہیں صرف اس پر ایک ایسی
شئی وارد ہوگئی جس پر اس کو نہ قدرت
ہے نہ اس کا کوئی تصرف ہے اور
خاطر کا درجہ جو اُس کے بعد ہے اگر
چہ یہ شخص اُس کے دفع پر اس طرح
قادر ہے کہ ہاجس کے اول ہی وارد
ہونے کے وقت اُس کو ہٹا دے۔

قد خصت هذه الامة بالعفو عنه
كو نمع الاصر والاغلال التي كانت
على السابقين عن هذه الامة فهذه
المرتبة اختيارية لكن فيها شدة
فكانت فرد الاصر والاغلال واما
العزم فلا ينجر الهاجس اليه كذلك
وانما يحدث بقصد مستقل فهذا
هو الفرق بين حديث النفس والعزم
فمدار العفو هو الافضاء للذهول
ومدار المواخذة هو العزم المستقل
ذو حدثت نفسه بالمعصية بعزم
مستقل وان لم يعزم تلك المعصية
كالالتذاذ بصورة الاجنبية قصداً
فالظاهر انه يواخذ عليه وهذا
الالتذاذ داخل عندي في عموم
حديث النفس تمنى وتشتهي وفي
رواية والقلب يهوى ويتمنى روى
الاول الشيخان والثاني مسلم واستحضار
هذا الحديث علاج عظيم للوساوس
يزداد له المشائخ ولبعض الاكابر هنا
كلام غير هذا لكن لا يختلف اصل
المقصود -

(مثلاً کسی دوسری جانب میں لگ جاؤ)
لیکن چونکہ یہ خاطر حدیث النفس سے
کم ہے اور حدیث النفس حدیث کی
روسے معاف ہے اس لئے یہ
خاطر بدرجہ اولیٰ معاف ہے اور
اس تحقیق) سے ایک سخت اشکال حل
ہوگیا اور وہ اشکال یہ ہے کہ کلیات
شرعیہ اور قواعد عقلیہ کا مقتضا یہ ہے
کہ اختیاری پر مواخذہ ہو اور غیر اختیاری
پر مواخذہ نہ ہو (یہ تو مقدمہ ہے آگے
اشکال ہے کہ) پھر امت مرحومہ کا
۹۱ (یہ) اختصاص (کہ وساوس پر مواخذہ
نہیں ہوتا) اگر مراتب مذکورہ میں سے غیر
اختیاری کے اعتبار سے ہے (کہ غیر
اختیاری پر ان سے مواخذہ نہیں ہوتا
اور دوسری امم سے ہوتا تھا) تب تو
امم سابقہ امور غیر اختیاریہ کے
ساتھ مکلف ہونا لازم آتا ہے اور یہ
کلیات شرعیہ کا منافی ہے (جیسے لا
یکلف اللہ نفساً الا وسعہا کہ ظاہراً
اس میں نفس عام ہے لاحق اور سابق
کو) اور اگر اختیاری کے اعتبار سے
ہے تو خود ایک اختیاری اور دوسری اختیاری میں کیا فرق ہے کہ عزم پر تو مواخذہ

ہوتا ہے اور حدیث النفس پر مواخذہ نہیں ہوتا باوجودیکہ اختیاری ہونے میں
دونوں شریک ہیں وجہ حل ہونے کی یہ ہے کہ اختصاص مرتبہ اختیاری ہی
کے اعتبار سے ہے اور فرق درمیان خاطر و حدیث النفس کے اور درمیان عزم
کے یہ ہے کہ خاطر و حدیث النفس کا دفع اگرچہ اختیاری ہے مگر اس کے لئے قصد
کی ضرورت ہے اور اس قصد سے اکثر ذہول ہو جاتا ہے پس ہاجس (اس ذہول
کی حالت میں) اکثر خاطر اور حدیث النفس کی طرف (بلا قصد) منجر ہو جاتا ہے سو
اس (خاطر اور حدیث النفس) پر مواخذہ ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہیں (کیونکہ
یہ بایں معنی اختیاری ہے کہ اس کا دفع اختیاری تھا جب دفع نہ کیا تو بقاء اختیاری
ہوا۔ اور اس بناء پر کسی امت کا اس کا مکلف ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہ تھا)
لیکن رحمت الہیہ نے اس امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اس درجہ کو معاف
کر دیا جیسے اصر و اغلال (بوجھ اور طوق یعنی احکام شدیدہ) کو جو امم سابقہ پر تھے
اس امت سے ہلکا کر دیا پس یہ مرتبہ اختیاری ہے لیکن اس میں شدت تھی اس ۹۲
لئے یہ اصر و اغلال کی ایک فرد تھی باقی رہا عزم تو ہاجس اس کی طرف اس طرح
سے مفضی نہیں ہوتا بلکہ وہ قصد مستقل سے پیدا ہوتا ہے پس یہ فرق ہے عزم میں
اور حدیث النفس میں تو مدار عفو وہ افضاء ہوا جو ذہول کے سبب ہوا اور مدار مواخذہ
عزم مستقل ہوا (جب یہ بات ہے) تو اگر گناہ کا حدیث النفس بھی عزم مستقل سے ہوا گرچہ
عزم معصیت نہ ہو جیسے کسی نامحرم عورت کے تصور سے (قصداً) لذت حاصل
کرتا سو ظاہر یہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہوگا اور ایسا التذاذ میرے نزدیک اس حدیث کے
عموم میں داخل ہوگا کہ نفس (بھی) زنا کرتا ہے اور اس کا زنا یہ ہے کہ وہ) تمنا کرتا ہی
اور اشتہا کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ قلب میلان کرتا ہے اور تمنا کرتا
ہے (اور ظاہر ہے کہ التذاذ بدون اشتہاء و میلان کے ہو نہیں سکتا پس یہ التذاذ
بھی زنا ہوا۔) اور اس حدیث کا مستحضر رکھنا وساوس کا علاج عظیم ہے جس کا مشائخ
استعمال کرتے ہیں (اور اسی حیثیت سے اس رسالہ میں یہ حدیث لائی گئی ہے)

(باقی آئندہ)

اور بعض اکابر (جیسے غزالی رح) کا کلام اس مقام پر اور طرح سے ہے لیکن اصل مقصود نہیں بدلتا (یعنی اختیاری پر مواخذہ اور غیر اختیاری پر عدم مواخذہ خواہ حقیقۃً غیر اختیاری ہو خواہ حکماً) ویلقب بیان هذا الحدیث بالخصوصیۃ فی حکم الوسوسۃ۔

الحدیث ان اللہ تعالیٰ جعل لکل نبی شہوۃ وان شہوتی فی قیام هذا اللیل اذا قمت فلا یصلین احد خلفی الحدیث (طب) عن ابن عباس (رض) **ف** قلت اکثر ما یستعمل الشہوۃ فی الرغبۃ الطبعیۃ فدل الحدیث ان کون الطاعات مرغوبۃ طبعاً حالۃ محمودۃ وان کفت الرغبۃ العقلیۃ اما قولہ اذا قمت فلا یصلین احد خلفی یحتمل وجوھاً احدھا ما نقل العزیزی عن المناوی ای فان التہجد واجب علی دونکم وھذا کان اولاً ثم نسخ وزاد الحفنی ثم نسخ بفضیلۃ عبد اللہ بن عباس رض حین صلی خلفہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل انتہی وھذا الوجہ یتضمن وجھین احدھما تعلیل النہی باختصاص وجوب التہجد بہ صلی اللہ علیہ وسلم فیتقید النہی باعتقاد الوجوب ای لا یصلی احد خلفی

حدیث حق تعالیٰ نے ہر نبی کے لئے ایک خاص اشتہار کی چیز بنائی ہے اور میری خاص اشتہار شب کے اوٹھنے میں ہے (یعنی تہجد کے لئے) میں جب شب کو نماز میں کھڑا ہوا کروں تو کوئی شخص میرے پیچھے نماز نہ پڑھا کرے **ف** میں کہتا ہوں کہ لفظ اشتہار اکثر اوقات رغبت طبعیہ میں مستعمل ہوتا ہے پس یہ حدیث اس پر دال ہے کہ طاعات کا طبعاً مرغوب ہوجانا ایک حالت محمودہ ہے اگرچہ رغبت عقلیہ (اعتقادیہ) بھی کافی ہے (اور انسان اسی کا مکلف ہے) باقی یہ ارشاد کہ میں جب شب کو نماز میں کھڑا ہوا کروں تو کوئی شخص میرے پیچھے نماز نہ پڑھا کرے یہ کئی وجہ کو محتمل ہے ایک تو وہ ہے جسکو عزیزی نے مناوی سے نقل کیا ہے یعنی یہ کہ تہجد مجھ پر واجب ہے تم پر نہیں اور یہ حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہوگیا حفنی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ پھر عبد اللہ بن عباس رض کے

٩٣

باعتقاد الوجوب ثم بقاء الوجوب عليه صلى الله عليه وسلم مختلف فيه بين العلماء والامر الثانی نسخ هذا النهی بقضية عبد الله وهذا لا يصح لان النهی بهذا الاعتقاد باق نعم لو حمل النهی على الاطلاق لكان للنسخ وجه ولعل مبنى هذا النهی على هذا الوجه كراهة الجماعة فی النفل لان الاذن قد يفضی الى اجتماع الاربعة وهو مكروه والوجه الثالث وهو ذوقی ان علة النهی هو تشويش الخاطر فی وقت يطلب فيه الاجتماع فان الخلوة لها احكام غير احكام الاجتماع فدل الحديث على هذا الوجه على ان لا يدخل احد على احد فی وقت قصد فيه الخلوة فيثقل عليه ولا يعارض هذا النهی قضية عبد الله فان الماذون مستثنیٰ من هذا النهی سواء كان الاذن باللسان او بالقرائن بان يكون بين الرجلين مباسطة وقصده من ايراد الحديث ههنا هو الوجه الاخير فانه من مسائل التصوف حاصله

واقعہ سے یہ منسوخ ہوگیا چونکہ انہوں نے آپ کے پیچھے شب میں (آپ کے اذن سے تہجد کی نماز پڑھی اور یہ وجہ (مذکور) دو وجہوں کو شامل ہے ایک یہ کہ یہ نہی (کہ میرے پیچھے کوئی شخص تہجد کی نماز نہ پڑھے) آپ کے ساتھ تہجد کے مخصوص ہونے سے معلل ہو (یعنی چونکہ مجھ پر تہجد واجب ہے اور تم پر نہیں اسلئے کوئی شخص میرے پیچھے تہجد نہ پڑھے) پس اس صورت میں یہ نہی اعتقاد وجوب (تہجد) کے ساتھ مخصوص ہوگی یعنی کوئی شخص باعتقاد وجوب میرے پیچھے تہجد نہ پڑھے (کیونکہ وہ تم پر واجب نہیں اور بدون اس اعتقاد کے نہی نہ ہوگی کیونکہ مطلق نہی میں اس اختصاص کو کوئی دخل نہیں چنانچہ ظاہر ہے) آگے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وجوب تہجد کے باقی رہنے نہ رہنے میں علماء میں اختلاف ہے اور وجہ ثانی یہ ہے کہ اس نہی (عن الاقتدار فی التہجد باعتقاد الوجوب) کو حضرت عبد اللہ بن عباس رض کے واقعہ سے منسوخ کہا جائے اور یہ وجہ صحیح نہیں کیونکہ اس

[illegible] ۹۴

اهتمام التحرز عن التشويش والايذاء
بابلغ وجوه وادقها وهذا كالطبعي
للقوم يعتنون به اشد اعتناء والدليل
الكلي لامثال هذه الرعايات هو
قوله عليه الصلوٰة والسلام المسلم
من سلم المسلمون من لسانه ويده

اعتقاد کے ساتھ نہی اب بھی باقی ہے
(یعنی اب بھی تہجد میں کسیکا اقتدار اس اعتقاد
سے منہی عنہ ہے یہ بھی منسوخ نہیں)
البتہ اگر نہی کو اطلاق پر محمول رکہیں یعنی
اعتقاد وجوب کے ساتھ بھی اقتدار جائز
نہ ہو اور بدون اس اعتقاد کے بھی جائز

نہ ہوتا تو نسخ موجہ ہو سکتا ہے (کیونکہ عبداللہ بن عباس کی حدیث تقریری اس کے
معارض ہے) اور شاید اس وجہ (اطلاق) پر نہی کا مبنیٰ نفل میں جماعت کا مکروہ ہونا
ہو کیونکہ اذن (اقتدار) کبھی چار شخص کے جمع ہو جانے کی طرف مفضی ہو جاتا ہے اور
وہ مکروہ ہے (اس لئے آپ نے مطلقاً منع فرمایا ہو (پھر یہ نہی علی الاطلاق حضرت عبداللہ
کے واقعہ سے منسوخ ہو گئی ہو یعنی نہی میں یہ تفصیل ہو گئی ہو کہ اگر مقتدی چار سے کم ہوں
تو نہی نہ ہو اور اگر چار یا زیادہ ہوں تو نہی ہو) اور تیسری وجہ یہ ہے اور (حدیث کے ۹۵
معنے میں) وہی میرا ذوق ہے کہ نہی کی علت تشویش خاطر ہے ایسے وقت میں جسمیں
اجتماع خاطر مقصود ہو (جیسے عبادت خلوت کا وقت ہے) کیونکہ خلوت کے اور احکام
ہیں اور جماعت کے اور احکام ہیں پس حدیث اس بنار کی وجہ پر اسپر دال ہو گی
کہ کوئی شخص کسی کے پاس ایسے وقت نہ جاوے جس میں اوس نے خلوت کا قصد
کیا ہو کیونکہ اوس پر گرانی ہو گی (اس صورت میں یہ حکم منسوخ نہ ہو گا) اور یہ نہی حضرت
عبداللہ کے واقعہ سے معارض نہ ہو گی کیونکہ (اس صورت میں) جسکو اجازت ہو جاوے
وہ اس نہی سے مستثنیٰ ہو گا کیونکہ علت نہی کی ثقل و تشویش تھی اور اذن سے علت
مرتفع ہو گئی اور حضرت عبداللہ ماذون تھے) اور یہ اذن خواہ زبان سے ہو خواہ قرائن
سے ہو اس طرح کہ دو شخصوں میں بے تکلفی ہو (کہ اوسکی شرکت سے ثقل نہ ہو یا اگر ثقل
ہوتا تو یہ شخص بے تکلفی کے سبب دوسرے کو اطلاع کر دیتا) اور میرا مقصود اس
مقام پر اس حدیث کے لانے سے یہی اخیر وجہ ہے کیونکہ (اس صورت میں) یہ (مدلول

حدیث؛ فن کے مسائل سے ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ کسیکو تشویش میں ڈالنے سے اور ایذا پہونچانے سے بچنے کا بلیغ سے بلیغ اور نہایت دقیق سے دقیق وجوہ کے ساتھہ اہتمام رکھنا چاہیئے اور یہ امر صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہے وہ اسکا بہت سخت اہتمام کرتے ہیں اور ایسی رعایتوں کی دلیل کلی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھہ سے مسلمان محفوظ رہیں (یعنی اس سے کسیکو اذیت نہ پہونچے) اس میں تمام ایسی جزئیات آگئیں جن سے کسی کو گرانی یا کلفت ہو)

الحدیث (ولقب بیانه بالارشاد الى مسئلة الاستعداد) ان الله تعالى خلق خلقه فى ظلمة فالقى عليهم من نوره فمن اصابه من ذلك النور يومئذ اهتدى ومن اخطاه ضل ۹۶
(رحمت لك) عن ابن عمر (رض) قال الحفنى وفى رواية فرش اى طرح ورمى عليهم من نوره اى نوره فمن زائدة فى الاثبات او بيانية اى شيئا هو نوره او تبعيضية اى بعض نوره وفى المشكوة زيادة وهى فلذلك اقول جف القلم على علم الله رواه احمد والترمذى قلت دلت هذه الزيادة ان القاء النور كان فى درجة كتابة المقادير وكان الخلق سابقا عليه كما هو مقتضى القاء

حدیث۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر اون پر اپنا نور القار فرمایا سو جس کو اوس روز وہ نور پہونچ گیا اوس نے ہدایت پائی اور جسکو نہیں پہونچا وہ گمراہ ہوا اور مشکوٰۃ میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم خشک ہوگیا میں کہتا ہوں یہ زیادت اسپر دال ہے کہ یہ القار نور (مراتب وجود میں سے) اُس درجہ میں تھا جسمیں تقدیر لکھی گئی ہے کیونکہ آپنے تقدیر کے طے ہوجانے کو القار نور پر متفرع فرمایا ہے اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مخلوقات کی تقدیرات کو آسمان و زمین کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار سال قبل

باقی آئندہ

وقد روی مسلم کما فی المشکوٰۃ
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل
ان یخلق السموات والارض
بخمسین الف سنۃ قال وکان
عرشہ علی الماء فکان ھذا الخلق
فی مرتبۃ لم تکن فیہ السموات
والارض فکان قبل خلق آدم
بکثیر لان خلقہ بعد السموات
والارض کما روی مسلم مرفوعا
فی حدیث طویل بعد ذکر
خلق الارض وما فیھا وخلق
آدم بعد العصر یوم الجمعۃ فی
آخر الخلق وآخر ساعۃ من
النھار فیما بین العصر الی اللیل
الحدیث وکان خلق السموات
والارض فی ایام متصلۃ فکان
خلق آدم بعد السموات والارض
فکان حمل ھذا الخلق علی خلق
الذر المستخرج من صلب آدم
وحمل القاء النور علی نصب الشواھد
والحجج وانزال الآیات التی ھی بعد
خلق آدم بکثیر وکذا حمل الظلمۃ

لکھا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا اور اوس وقت
اللہ تعالے کا عرش پانی پر تھا یعنی اوسکو
پہلے سے پیدا کر دیا تھا فھو حادث ایضا
وان کان سابقا علی غیرہ) تو یہ پیدائش
مذکور (جو حدیث میں مذکور ہے) ایسے
مرتبہ میں ہوئی ہے کہ اوس میں
آسمان و زمین موجود نہ تھے سو یہ پیدائش
مذکور آدم علیہ السلام سے بہت پہلے
ہوئی کیونکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش
آسمان و زمین کے بعد ہوئی ہے جیسا
مسلم نے ایک حدیث طویل میں مرفوعا
۹۷ زمین اور زمین کی چیزوں کی پیدائش
کے بعد روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام
عصر کے بعد جمعہ کے روز آخر خلق میں
اور دن کی آخری ساعۃ میں عصر اور
رات کے درمیان میں پیدا کئے گئے
اور حم فصلت کی آیات سے ظاہرا
معلوم ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی آفرینش
ایام متصلہ میں ہوئی ہے پس آدم علیہ
السلام کی پیدائش زمین و آسمان کے
بعد ہوئی اور یہ پیدائش جو حدیث میں
مذکور ہے آسمان و زمین کے بہت
قبل ہوئی جیسا اوپر مذکور ہوا تو اس

على ظلمة النفس الامارة بالسوء
المجبولة بالشهوات الرديئة و
الاهواء المضلة التي هي بعد خلق
بني آدم في الارض بعيد اكل
البعد (خبر لقوله فكان حمل هذا
الخلق) وان ذهبت الى امثال
هذا الحمل جماعة من المحشين
والشراح وكذا يبعد القول بعموم
الشهوات الرديئة والاهواء المضلة
للانبياء عليهم السلام في بدو فطرتهم
ثم ازالتها بعد كيف وقد قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم ۹۸
ما من مولود الا يولد على الفطرة
فابواه يهودانه او ينصرانه او
يمجسانه متفق عليه فاذا كان
العوام في بدو الفطرة منزهين
عن هذه القاذورات فكيف
بالانبياء عليهم السلام فالاقرب
في تفسير هذا الحديث عندي
ذوقا ان يقال ان هذا النور هو
الاستعداد للهداية والقاء النور
هو اعطاء هذا الاستعداد وهذه
الاصابة بالارادة والاختيار منه

پیدائش (مذکور فی الفتن) کا اول ذرات
کے پیدائش پر محمول کرنا جو آدم علیہ
السلام کی صلب سے مستخرج ہوئے
اور القاء نور کا اقامت شواہد و دلائل
اور انزال آیات پر محمول کرنا جو آدم
علیہ السلام کی پیدائش کے بہت
بعد واقع ہوا اور اسی طرح ظلمت کا نفس
امارہ کی ظلمت پر محمول کرنا جو کہ شہوات
ردیہ اور گمراہ کن خواہشوں پر مجبول
کیا گیا ہے جس کا بنی آدم کے زمین
پر پیدا ہونے کے بعد وقوع ہوا ہے
یہ سب بہت بعید ہے (کیونکہ حدیث
متن میں جو خلق اور القاء نور اور ظلمت
مذکور ہے یہ سب آدم علیہ السلام
سے بہت پہلے ہیں اور یہ محامل یعنی
ذرات مستخرجہ اور اقامت دلائل
و ظلمت نفس امارہ یہ سب آدم علیہ
السلام کے بعد ہیں تو یہ حمل کیسے
صحیح ہو گا) اگرچہ ایسے حمل کی طرف
ایک جماعت محشین اور شراح کی گئی
ہے نیز اس کا قائل ہونا بھی بعید ہے
کہ شہوات ردیہ و اہوا مضلہ بدو
فطرت میں حضرات انبیاء علیہم السلام

منه تعالى رحمة وكذا هذا الخطأ
المفسر بعدم الاصابة بالارادة
والاختيار منه تعالى حكمة ولا يسئل
عن علة هذه الرحمة وهذه الحكمة
لانه سوال عن القدر ولم يوذن
فيه فكان معنى الحديث ان الله
تعالى خلق خلقه اى المكلفين خالين
عن هذا الاستعداد ثم افاض على
من شاء منهم ذلك الاستعداد
رحمة ولم يفض على من شاء منهم
حكمة فاهتدى بعضهم بوجود ذلك
الاستعداد وضل بعضهم بفقد هذا
الاستعداد ثم هذا الفقد على
قسمين الخلو عن ذلك الاستعداد
مع الخلو عن ضده وتلك حالة من
لم تبلغه الدعوة فكانوا معذورين
وان كانوا ضالين بمعنى عدم الاهتداء
والثانى الخلو عن ذلك الاستعداد
والاتصاف بضده وتلك حالة من
بلغته الدعوة ولم يقبل وهم ضالون
ضلالا يعذبون عليه فدل الحديث
على كون الاستعداد مجعولا وكون
البارى تعالى مختارا فى اعطاءه

تفسیر مسئلہ الاستعداد

کے لئے بھی عام تھے پھر بعد میں زائل کر دیئے
گئے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ہے ہر مولود فطرت (صحیحہ) پر پیدا
کیا جاتا ہے پھر اس کے والدین اسکو
یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں
پس جب عوام الناس بدو فطرت میں
ان گندگیوں سے پاک ہوتے ہیں تو
حضرات انبیاء میں اس کے خلاف
کیسے ہو سکتا ہے (اس لئے حدیث
کی تفسیر مشہور صحیح نہیں ہو سکتی) پس
۹۹ اقرب اس حدیث کی تفسیر میں میرے
ذوق سے یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ
یہ نور ہدایت کی استعداد قریب ہے
اور ظلمت اس استعداد سے خالی
ہونا ہے اور القاء نور اس استعداد
کا عطا فرمانا ہے اور یہ (نور کا) پہونچ
جانا حق تعالے کے ارادہ و اختیار
سے ہے بنا بر رحمت کے اسی طرح
(نور کا) نہ پہونچنا یہ بھی حق تعالے کے
ارادہ و اختیار سے ہے بنا بر حکمت
کے اور اس رحمت اور حکمت کی علت
کا سوال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ سوال

ومنعه وقد زل ههنا بعض وضل
حيث حكموا بكون الاستعداد
غير مجعول وكونه تعالى غير مختار
في ضد مقتضاه وانما قالوا بذلك
هربًا عن لزوم اشكال جبر الباري
تعالى للعبد بان ما صدر عن العبد
وان كان بخلقه تعالى لكنه خلق ما
خلق لا جبرًا بل لاقتضاء استعداده
وكان ممتنعا تبديله لقدمه وكذا
كان ممتنعًا خلق ما خالف ذلك
الاستعداد لان القوة شرط للفعلية
۱۰۰ اه قلت واختلط عليهم هذا الاستعداد
بالاستعداد بمعنى الامكان الذاتي
وهو قديم وغير مجعول ولا دخل له
في كونه غير مجعول لانه امر عدمي
محض لا يقبل الجعل ولا يزول هذا
الامكان ابدًا عن الممكن لان الامكان
لا يكون الا ذاتيًا ولا يكون بالغير
لانه لو كان بالغير لزم ان يكون
واجبًا في ذاته او ممتنعًا بذاته
فيلزم انقلاب الحقائق وهو محال
واذا كان ذاتيًا لا ينفك عن الممكن
ابدًا لا في وجوده ولا في عدمه

تقدیر کے متعلق ہے جس کی اجازت
نہیں دی گئی پس حدیث کے معنی یہ ہیں
کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مکلف مخلوق
کو اس استعداد (مذکور) سے (اولاً)
خالی پیدا کیا پھر جس پر منظور ہوا
اس استعداد کو بنا بر رحمت کے
فائض فرمایا اور جس پر منظور ہوا بنا بر
حکمت کے فائض نہیں فرمایا پس
بعضے اوس استعداد کے موجود ہونے
سے ہدایت یافتہ ہو گئے اور بعضے
اوس استعداد کے مفقود ہونے سے
گمراہ ہو گئے پھر یہ مفقود ہونا دو قسم
پر ہے ایک اوس استعداد سے خالی
ہونا اور اوس کی ضد سے بھی خالی ہونا
اور یہ اوس شخص کی حالت ہے جسکو
دعوت نہیں پہونچی سو وہ معذور ہیں
اگرچہ گمراہ بایں معنی ہیں کہ وہ ہدایت
یافتہ نہ ہوئے اور دوسری قسم اوس
استعداد سے خالی ہونا اور اوس کی
ضد کے ساتھ متصف ہونا اور یہ اوس
شخص کی حالت ہے جس کو دعوت پہونچی
مگر اوس نے قبول نہیں کیا اور یہ ایسی
گمراہی سے گمراہ ہیں جس پر معذب ہونگے

باقی آئندہ

فهو ازلی ابدی لکنه لما لم یکن وجودیا لا یلزم المحذور اذ المحذور ازلیة شئ موجود لا شئ معدوم لان الاعدام کلها ازلیة فهذا حکم الاستعداد بمعنی الامکان واختلط علیهم ومع ذلک لم یتخلصوا عن الاشکال بل لن مهم اصعب من ذلک لانهم هربوا عن کون الباری تعالیٰ جابرا ولزمهم کونه تعالیٰ مجبورا غیر مختار لا یقدر ان یخالف مقتضی الاستعداد وهل هذا الا هربا عن المطر ووقوفا تحت المیزاب فتفکر وتذکر وتدبر وتنبه وتشکر۔

پس (اس تفسیر مذکور کی بناپر) یہ حدیث استعداد کے مجعول ہونے پر اور باریتعالیٰ کے اپنے اعطاء اور عدم اعطاء میں مختار ہونے پر دال ہوئی اور اس مقام پر بعضوں کو لغزش ہوگئی ہے اور گمراہ ہوگئے ہیں اس طرح سے کہ اونہوں نے استعداد کے غیر مجعول ہونے کا اور استعداد کے مقتضا کے خلاف میں حق تعالےٰ کے غیر مختار ہونے کا حکم کردیا اور وہ لوگ اس کے صرف اسلئے قائل ہوئے تاکہ اس اشکال کے لازم آنے سے بچے رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۰۱ بندہ پر جبر فرمایا ہے (اور بچنا اسطرح سے ہے) کہ بندہ سے جو کچھ صادر ہوا ہے وہ اگرچہ حق تعالےٰ ہی کے پیدا فرمانے سے ہے لیکن حق تعالےٰ نے جو کچھ پیدا کیا وہ جبر نہ تھا بلکہ اوس کی استعداد کی اقتضاء سے تھا اور اوسکی تبدیل محال تھی کیونکہ وہ قدیم ہے اسی طرح اوس استعداد کے خلاف پیدا کرنا بھی ممتنع تھا کیونکہ فعلیت کے لئے قوت شرط ہے (اگر خلاف پیدا کرتے اوس کی قوت تھی نہیں) اھ میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں پر یہ استعداد اور استعداد بمعنے امکان ذاتی مختلط ہوگئی اور وہ امکان ذاتی قدیم ہے اور غیر مجعول ہے اور اوس کے غیر مجعول ہونے میں کوئی محذور نہیں کیونکہ وہ امر عدمی محض ہے جو جعل کو قبول نہیں کرتا اور یہ امکان ممکن سے کبھی منفک نہیں ہوتا کیونکہ امکان ہمیشہ بالذات ہوتا ہے بالغیر نہیں ہوتا کیونکہ اگر امکان بالغیر ہو تو لازم آتا ہے کہ وہ شئے ممکن واجب بالذات یا ممتنع بالذات ہوگی (پھر ممکن

بن گئی، تو انقلاب حقائق لازم آوے گا اور وہ محال ہے اور جب امکان ذاتی ہوا تو ممکن سے کبھی منفک نہ ہوگا نہ اوس کے وجود کی حالت میں اور نہ عدم کی حالت میں پس وہ امکان ازلی بھی ہے ابدی بھی ہے لیکن چونکہ وہ کوئی وجودی چیز نہیں (بلکہ اوس کی حقیقت عدم الوجوب و عدم الامتناع ہے جو کہ عدمی محض ہے) اس لئے کوئی محذور لازم نہ آوے گا اس لئے کہ محذور کسی شئے موجود کا ازلی ہونا ہے نہ کہ کسی شئے معدوم کا اس لئے کہ اعدام سب ازلی ہیں سو یہ حکم اوس استعداد کا ہے جو بمعنے امکان کے ہے اور اون لوگوں پر وہ مختلط ہوگئی اور باوجود اس امر باطل کے قائل ہونے کے اوس اشکال سے اون کو خلاصی نہیں ہوئی بلکہ اوس سے زیادہ سخت اشکال اون پر لازم آگیا اس لئے کہ وہ باری تعالےٰ کے جابر ہونے سے بھاگے تھے اب اون پر باری تعالےٰ کے ایسے مجبور و غیر مختار ہونے کا اشکال لازم آگیا کہ (نعوذ باللہ) وہ اوس استعداد کے مقتضا کے خلاف پر (بھی) قادر نہیں اور اس کی ایسی مثال ہوگئی کہ بارش سے بھاگے تھے اور پرنالے کے نیچے کھڑے ہوگئے پس خوب تفکر اور تذکر و تدبر و تبصر سے کام کرو اور اس تحقیق پر شکر کرو۔

الحدیث ان اللہ تعالیٰ مع الدائن[عہ] حتی یقضی دینہ ما لم یکن دینہ فیما یکرہ اللہ تعالیٰ (تخریہ لہ) عن عبد اللہ بن جعفر (صح) **ف** ھذا اصل لما علیہ بعض اھل الطریق لا یبالون بالدین فی الخیر ولو غیر واجب و بعضھم یاخذون بجانب الحزم فی ذلک نظرًا الی الوعید

حدیث اللہ تعالےٰ مدیون کے ساتھ ہے یہانتک کہ وہ اپنا دین ادا کر دے جب تک کہ اوس کا دین ایسی چیز کیلئے نہ ہو جس کو اللہ تعالےٰ ناپسند کرتے ہیں **ف** یہ اصل ہے بعض اہل طریق کے معمول کی کہ امور خیر کے لئے قرض لینے میں باک نہیں کرتے اگرچہ وہ واجب نہ ہو اور بعضے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں سو پہلی جماعت وعید کو مکروہ شرعی پر

الجرأۃ والحزم فی الدین

عہ فی القاموس رجل دائن و مدین و مدیون و مدان علیہ دین الخ ۱۲

فیہ والاولون یحملون الوعید
علی المکروہ شرعًا والآخرون یحملون
الفضل علی مالابد منہ ولکلٍ وجہۃ
ھو مولیہا۔

الحدیث ان الارض لتعج الی اللہ
تعالیٰ من الذین یلبسون الصوف
ریاء (فر) عن ابن عباس رض) **ف**
فیہ ذم للصوفیۃ المرائین وا
لنعم ما قیل فی مثل الملبس للریا

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بےغش باشد
اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

الحدیث ان العبد آخذ عن اللہ
تعالیٰ ادبا حسنا اذا وسع علیہ وسع و
اذا امسک علیہ امسک (حل) عن
ابن عمر (رض) **ف** فیہ فضل لمن یتبع
اقتضاء الوقت ویسمی با بن الوقت فی
احد الاصطلاحین وامثال ھذہ
الرعایۃ کثیرۃ فی الصوفیۃ و فی مثل
ذلک قیل ؎

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق
نیست فردا گفتن از شرط طریق

محمول کرتے ہیں اور دوسری جماعت
فضیلت کو ضرورت پر محمول کرتے
ہیں اور ہر ایک کی جدا جہت ہے کہ
وہ اوس کی طرف رخ کیے ہے۔

لباس الصوف للمرائی

حدیث زمین اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتی
ہے اون لوگوں سے جو صوف کا لباس
ریا سے پہنتے ہیں (کہ لوگ اون کو صوفی
صوفی کہیں) **ف** اس میں ریاکار صوفیوں کی
مذمت ہے اور ایسے نمائشی لباس کے
باب میں خوب کہا گیا ہے نقد صوفی الخ
اعربی حصہ میں دیکھ لو)

۱۰۳ **حدیث** بندہ اللہ تعالیٰ سے حسن ادب
حاصل کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ اوس پر
وسعت فرماتا ہے وہ بھی (دوسروں پر)
وسعت کرتا ہے اور جب اوس پر تنگی فرماتا
ہے وہ بھی تنگی کرتا ہے (یہ نہیں کہ اپنی ایک
وضع قرار دیکر اوسکو نباہتا ہے اور اوس میں
تکلیف اوٹھاتا ہے) **ف** اس میں اوس
شخص کی فضیلت ہے جو اقتضاء حال
کے تابع رہتا ہے اور ایسے شخص کو ایک
اصطلاح میں ابن الوقت کہا جاتا ہے

اتباع اقتضاء الوقت

(اور دوسری اصطلاح میں ؎ اس مغلوب الحال پر اطلاق کیا جاتا ہے) اور ایسی
رعایتیں صوفیہ میں کثرت سے ہیں اور ایسے ہی باب میں کہا گیا ہے ؎ صوفی ابن الوقت

باشد الخ (عربی حصہ میں دیکھ لو)

ادب النهي عن المنکر

الحدیث ان احدکم مرأة اخیہ فاذا رای بہ اذی فلیمطہ عنہ **ف** فی ہذا التشبیہ ادب النہی عن المنکر لشخص معین بان یطلعہ علی عیبہ ولا یطلع علیہ غیرہ کما ان شان المرأة ہذا بعینہ۔

حدیث تم میں سے ہر شخص اپنے بھائی مسلمان کا آئینہ ہے پس جب وہ اس میں کوئی گندگی (یعنی عیب کی بات) دیکھے اوس کو اوس سے (آئینہ کی طرح) دور کردے **ف** آئینہ کے ساتھ نسبت دینے میں کسی معین شخص کو نہی عن المنکر کرنے کا ادب بتلایا گیا ہے اس طور سے کہ خود اوس کو تو اوس کے عیب پر مطلع کردے اور دوسرے کو مطلع کرے چنانچہ آئینہ کی بعینہ یہی شان ہوتی ہے (کہ آئینہ تو اوس کا عیب ظاہر کر دیتا ہے مگر دوسرے کو اطلاع نہیں کرتا (چنانچہ ظاہر ہے)۔

الحدیث ان دین اللہ لن ینصرہ
الا من حاطہ من جمیع جوانبہ (للحاکم) ۱۰۴
یعنی من کان فی دینہ نقص ولو من وجہ لم یوفق لنصرة دین اللہ وہذا بیان لاصل سنة اللہ فلا ینافی ما ورد ان اللہ لیوئید ہذا الدین بالرجل الفاجر فانہ نادر لعارض ولیست سنة مستمرة و من ثم تری القوم یہتمون لمن تتشبث بہم ان یکمل دینہم فلا یرون فیہم شیئا یخل بالکمال الا یواخذون علیہ فیحسبہم الجاہل غلاظا شدادا وحاشاہم عن ذلک۔

سر اہتمام القوم بتکمیل اہلیہم

حدیث اللہ کے دین کی نصرت وہی کرسکتا ہے جو اوس دین کو اوس کی تمام جوانب سے احاطہ کئے ہو یعنی جس کے دین میں کچھ نقص ہوگا اگرچہ وہ نقص من وجہ ہی ہو اوس کو دین الٰہی کی نصرة کی توفیق نہیں ہوتی اور یہ بیان ہے اصل عادة الٰہیہ کا پس یہ مضمون اوس حدیث کے منافی نہ ہوگا جس میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس دین کی تائید فاجر شخص سے بھی کر دیتا ہے کیونکہ یہ نادر ہے کسی عارض کی وجہ سے اور سنت مستمرہ نہیں ہے اور اسی مقام سے تم صوفیہ کو

باقی آئندہ

دیکھتے ہو کہ اپنے متوسلین کے لئے اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ اون کا دین مکمل ہو جاوے پس اون میں ذرا بھی کوئی بات دیکھتے ہیں جو کمال میں مخل ہو وہ اس پر مواخذہ کرتے ہیں پس جاہل آدمی اون کو غلیظ شدید سمجھتا ہے اور حاشا وکلا جو وہ ایسے ہوں۔

الحدیث ان الشیطان ربما سبقکم بالعلم (من الکنوز برمز خ لکنہ لیس للبخاری قطعاً فلعلہ یکون خ للخرائطی) **ف** فیہ انہ لا یغتر المرء بعلمہ فان اصل الامر ھو العمل وانما العلم مقدمۃ لہ ومحض المقدمۃ بدون المقصود لیس بشیء وکون الشیطان سابقا بالعلم فی بعض الاوقات کما ھو المدلول النقلی کذلک ھو المدلول العقلی ایضاً فانہ یلبس علی العلماء کثیرا فی العلوم کما ھو مشاھد فی المبتدعین ولا یقدر احد علی التلبیس فی شیء حتی یکون الملبس اعلم ممن یلبس علیہ۔

حدیث۔ شیطان بعض اوقات تم سے علم میں بڑھ جاتا ہے **ف** اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ کسیکو اپنے علم پر دھوکہ نہ کھانا چاہیئے کیونکہ اصل چیز عمل ہے اور علم تو اوس کا ایک مقدمہ ہے اور محض مقدمہ بدون مقصود کے کوئی چیز نہیں اور شیطان کا بعض اوقات علم میں سابق ہو جانا جیسا مدلول نقلی ہے (جیسا حدیث بالا سے ثابت ہوا) ایسا ہی مدلول عقلی بھی ہے کیونکہ وہ علماء پر علوم ہی میں بکثرت تلبیس کرتا ہے جیسا بدعتی علماء میں اس کا مشاہدہ ہے اور کوئی شخص کسی کو کسی شئے میں دھوکہ نہیں دے سکتا جب تک کہ تلبیس کرنے والا اوس شخص سے اوس شئے میں زیادہ علم (وجہارت) نہ رکھتا ہو جس پر تلبیس کرتا ہے۔

۱۰۵

الحدیث۔ ان فلانا اھدی الی ناقۃ فعوضتہ منھا ست بکرات فظل ساخطا لقد ھممت ان لا اقبل ھدیۃ الا من قرشی او انصاری

حدیث فلاں شخص نے مجھکو ہدیہ میں ایک ناقہ دی میں نے اوس کے عوض میں چھ جوان اونٹ دیئے مگر وہ ناراض رہا میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ بجز قریشی

او ثقفی او دوسی (حم ت) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ف دل علی جواز رد الهدية بعذر صحيح كما عزم رسول الله صلى الله عليه وسلم على عدم قبولها ممن يهدى لطلب الجزاء ويسخط بالجزاء القليل وتخصيص هذه القبائل لاتصافهم بمكارم الاخلاق وشرف النفس وطيب العنصر اذا اهدى احدهم اهدا عن سماحة نفس لا للحصر فيلحق بهم من سواهم ممن اتصف بشرف النفس فلا تدافع بينه وبين ما ورد من انه قبل من غيرهم۔

یا انصاری یا ثقفی یا دوسی کے کسی کا ہدیہ قبول نکروں گا **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی صحیح عذر سے ہدیہ کا رد کر دینا بھی جائز ہے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس واقعہ میں) اس پر عزم فرمایا کہ ایسے شخص کا ہدیہ قبول نہ فرماویں گے جو ہدیہ میں بدلہ چاہے اور قلیل بدلہ میں ناراض ہو اور ان قبائل کی تخصیص اس لئے کی کہ یہ لوگ مکارم اخلاق اور شرافت نفس اور اصل کی پاکیزگی کے ساتھ موصوف ہیں اور یہ تخصیص حصر کے لئے نہیں اور ان قبائل کے علاوہ جو اور لوگ شرافت نفس کے ساتھ متصف ہوں وہ بھی ان ہی کے حکم میں ہیں پس اس حدیث میں اور دوسری جن حدیثوں میں دوسرے لوگوں سے ہدیہ قبول کرنا وارد ہے اول میں تعارض نہیں۔

رد الہدیہ بالعذر

۱۰۶

الحديث ان الله تعالى عبادًا يختصهم بالنعم لمنافع العباد ويقرها فيهم ما بذلوها فاذا منعوها نزعها منهم فحولها الى غيرهم ابن ابى الدنيا فى قضاء الحوائج (طب حل) عن ابن عمر (ح) **ف** الحديث ناع على من بخل بما اتاهم الله من فضله ما لا كان

حدیث اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہوتے ہیں جن کو (خاص) نعمتوں کیساتھ مخصوص فرماتا ہے اور ان نعمتوں کو اون میں برقرار رکھتا ہے جب تک وہ اوس کو صرف کرتے رہتے ہیں پھر جب وہ اوس کو مستحقین سے روک لیتے ہیں تو اون سے لیکر دوسروں

نعم من بخل عن افادۃ الناس

او علما ظاهرا كان او باطنا ويحسبون
ان الكمالات كانها مملوكة لهم
ولا يخافون الله ان يذهب بالذي
آتاهم واما منع شئ من غير اهله
فليس من البخل في شئ۔

کی طرف منتقل فرما دیتا ہے **ف** یہ حدیث
اون لوگوں کی مذمت فرما رہی ہے جو
اللہ تعالے کے دیئے ہوئے فضل
میں بخل کرتے ہیں خواہ وہ وہی ہوئی
چیز مال ہو یا علم ہو پہر وہ علم خواہ ظاہری ہو
یا باطنی ہو اور یہ سمجھتے ہیں کہ کمالات گویا ان کی ملک ہیں اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے
نہیں کہ جو کچھہ اون کو دیا اوس کو سلب کرے باقی کسی چیز کا اوس کے غیر اہل سے
روک لینا (اور اوس کو نہ دینا) اوس کو بخل سے کوئی مس نہیں (بلکہ یہ تو
شرعاً مطلوب ہے)

الحديث ان لله تعالىٰ عبادًا
يعرفون الناس بالتوسم الحكيم
والبزار عن انس (ح) قال العزيزي
عن التقريب توسمت فيه الخير
تفرست قال الحفني اى يدركون
الناس اى بواطنهم بالتوسم اى
بالكشف والالهام وهذه فراسة
المؤمن في خبر اتقوا فراسة المؤمن
اه **ف** فيه اثبات لصحة بعض الالهام
والكشف وقد صح ممن لا يحصى من
الصلحاء والاولياء صحةً لا يكون معه
شئ من التلبيس لكن مع هذا ليس
حجة شرعية ونظيره من الاحكام
انتشهورة ان من رأى هلال شوال

حدیث اللہ تعالےٰ کے بعضے ایسے
بندے ہیں کہ وہ لوگوں (کی حالت)
کو فراست سے پہچان لیتے ہیں حدیث
میں جو توسم کا لفظ ہے عزیزی نے
فراست سے تفسیر کی ہے اور حفنی
نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ لوگونکی
۱۰۷
باطنی حالت کو کشف والہام سے دریافت
کر لیتے ہیں اور اس حدیث میں کہ اتقوا
فراسة المؤمن فراست سے یہی
مراد ہے **ف** اس حدیث میں دلیل
ہے بعض الہام اور کشف کے صحیح ہونیکی
اور بیشمار صلحاء واولیاء سے اس کا
ایسا ثبوت ہے کہ اس میں کسی تلبیس
کی آمیزش نہیں لیکن باوجود اس

لتسع وعشرين من رمضان في الغيم
ولم تقبل شهادته لكونه واحدا
فرؤيته وان كانت صحيحة خالية
عن الالتباس قطعا لكن ليس حجة
حتى للرائي نفسه حيث يجب عليه ان
يصوم غدا كسائر الناس فالصحة
لا يستلزم الحجية فاياك والتفريط
حيث تنكر صحتهما والافراط حيث
تحتج بهما كما زل البعض حيث حكموا
بحجية الكشف والالهام لكن لصاحبهما
وقد عرفت ما هو الحق فيه وقل
من نبه على هذا الفرق۔ ۱۷۸

(صحت) کے وہ حجۃ شرعیہ نہیں ہے
اور اس کی نظیر احکام مشہورہ سے
یہ ہے کہ جو شخص عید کا چاند ابر میں
رمضان کی اونتیس تاریخ کو دیکھ لے
مگر قاضی کے یہاں بوجہ واحد ہونے کے شہادت
قبول نہ ہو تو اس کا چاند دیکھنا اگرچہ واقع
میں یقیناً بالکل صحیح اور التباس سے
خالی ہو مگر حجت نہ ہوگی حتے کہ خود دیکھنے
والے کے لئے بھی حجت نہ ہوگی چنانچہ
اس پر واجب ہوگا کہ اگلے روز سب
کے ساتھ روزہ رکھے پس صحیح ہونا
حجت ہونے کو مستلزم نہیں پس تم
تفریط سے بھی بچنا کہ کشف والہام کی صحت ہی کا انکار کرنے لگو اور افراط سے بھی بچنا
کہ اون کو حجت سمجھنے لگو جیسا بعض کو لغزش ہوگئی ہے کہ کشف والہام کی حجیت کا حکم کردیا
لیکن صرف اپنے ہی لئے اور تم کو معلوم ہو چکا کہ اس میں حق کیا ہے۔ (یعنی اپنے لئے
بھی حجت نہیں) اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس فرق پر تنبیہ کی ہو (کہ صحت اور چیز
ہے اور حجیت اور چیز ہے)

الحديث ان لله عبادا يضن بهم
عن القتل ويطيل اعمارهم في
حسن العمل ويحسن ارزاقهم
ويحييهم في عافية ويقبض ارواحهم
في عافية على الفراش فيعطيهم منازل
الشهداء (طب) عن ابن مسعود (ض)

حدیث اللہ تعالیٰ کے بہت سے
بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اونکو
قتل سے محفوظ رکھتا ہے (یعنی اون پر
کسی مخلوق کو مسلط نہیں فرماتا)
اور اون کی عمروں کو دراز فرماتا ہے
اور اون کو اچھا رزق دیتا ہے (اچھے

باقی آئندہ

وبطریق اخر عن ابن عمر نحوہ وزاد
اولئك الذين تمر عليهم الفتن كقطع
الليل المظلم وهم منها في عافية
(طب حل) قال العزيزي للطريق
الثاني حديث حسن ف فيه ان
تسليط البلاء ليس من لوازم الولاية
وما ورد ان اشد الناس بلاء الانبياء
الحديث فوجه الجمع اما حمله على
الاكثر وحمل حديث المتن على الاقل
واما حمله على الاعم من المعنوي
والحسي وحمل حديث المتن على
الحسي فقد ثبت عن بعض الاولياء
انهم عاشوا في احسن تنعم ماتوا
في راحة وبعضهم عاشوا
في آلام واسقام وماتوا في غربة
وكربة والكل رحمة وحكمة

ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حلال دیتا ہے
اور فراخی سے دیتا ہے) اور اون کو
عافیت میں زندہ رکھتا ہے اور اونکی
جان عافیت کے ساتھ اونکے بستر پر
قبض فرماتا ہے پھر اون کو شہداء کے
مراتب عطا فرماتا ہے اور دوسری روایت
میں یہ اور زیادہ کیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں
کہ اون پر ایسے فتنے گذر جاتے ہیں کہ
جیسے تاریک رات کے ٹکڑے ہوتے
ہیں اور وہ اون فتنوں سے بھی عافیت
میں رہتے ہیں ف اس حدیث میں اسپر
دلالت ہے کہ بلاؤں کا مسلط ہونا لوازم
مقبولیت سے نہیں جیسے بعض لوگونکا
خیال ہے کہ بزرگ ہمیشہ مصیبت میں
مبتلا رہتے ہیں اور یہ جو حدیثوں میں
آیا ہے کہ سب سے زیادہ سخت بلا میں

انبیاء ہوتے ہیں سو ان دونوں میں وجہ تطبیق دو ہیں یا تو دوسری حدیث کو اکثری حالت
پر محمول کیا جاوے اور پہلی حالت کو اقل حالت پر (کہ اکثری حالت تو بلاء ہی کی ہے لیکن بعض کیلئے
ایسا نہیں ہوتا) اور یا دوسری حدیث میں بلاء سے مراد عام لی جاوے خواہ بلاء معنوی
ہو یا حسی ہو (تو اس سے کوئی خالی نہیں) اور پہلی حدیث کو بلاء حسی پر محمول کیا جاوے
(کہ اوس سے بہت بندے خالی ہوتے ہیں گو باطنی بلاء یعنی مجاہدہ و فکر و حزن میں مبتلاء
ہوتے ہیں) چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی حالت ثابت ہوئی ہے کہ وہ اعلے سے اعلے تنعم میں
زندہ رہے اور کامل راحت میں وفات فرمائی اور بعضے طرح طرح کی تکالیف اور

۱۰۹

اور امراض میں زندہ رہے اور غربت اور کربت میں وفات فرمائی اور یہ سب حالتیں رحمت و حکمت ہیں (کسی حالت میں رحمت ظاہر ہے کسی میں خفی اور حکمت سب حالات میں ہے) **ف** وجہ جمع کو سوچتے ہوئے مثنوی کی طرف رجوع کیا دفتر سوم کے ختم کے قریب یہ اشعار نکلے ؎

گاہ گفتے کایں بلائے بے دواست | گاہ گفتے کایں حیات جان ماست
گاہ فریادش بگردوں بر شدے | گہ خیال دلبرش ہمدم بدے الخ

جس سے تائید ہوتی ہے جمع کے وجہ ثانی کی کہ بلا رعام ہے یہ شخص صاحب حکایت ظاہراً ابلا رمیں تھا اور باطناً لطف و لذت میں تھا فقط

الحدیث ان للمسلم حقا اذا راٰہ اخوہ ان یتزحزح لہ (ھب) عن واثلۃ ابن الخطاب (رض) **ف** وھذا کالاخلاق اللازمۃ للقوم کما ھو مشاھد

حدیث مسلمان کا حق ہے جب اوسکو اس کا بھائی مسلمان (اپنے پاس آتا ہوا) دیکھے تو اوس کے لئے (اسطرح) حرکت کرے (جس سے وہ سمجھے کہ میرے آنے سے اس کو نشاط ہوا ہے اور میرے بیٹھنے کی جگہ کا اہتمام کرتا ہے **ف** اور یہ صوفیہ کے گویا اخلاق لازمہ سے ہے جیسا مشاہدہ کیا جاتا ہے (جس سے اس قوم کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ مطلوبات شرعیہ اون کے عادات طبعیہ ہوگئے ہیں)۔

الحدیث ان لکل امۃ امینا و ان امین ھذہ الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح (خ) عن انس رحمہ **الحدیث** ان لکل امۃ حکیما وحکیم ھذہ الامۃ ابو الدرداء (ابن عساکر عن جبیر ابن نفیر مرسلا (رض) **ف** دل الحدیثان علی استحسان التلقیب الحسن لمن ھو اھلہ ویقل شیوعہ فی عادات

حدیث ہر امت کا ایک امین ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں **حدیث** ہر امت کا ایک حکیم ہے اور اس امت کے حکیم ابو الدرداء ہیں **ف** دونوں حدیثیں اس پر دال ہیں کہ کسیکو کوئی اچھا لقب دیدینا مستحسن ہے بشرطیکہ وہ اوس کا اہل ہو اور بعض مشائخ کے معمولات میں اس کا مشاہدہ

اکرام المسلم ۱۱

التلقیب الحسن و عدم المبالغۃ فی الالفاظ

بعض المشائخ۔

ہوا ہے (کہ اپنے سلسلہ میں داخل ہونے والوں کو کوئی خاص جدید لقب دیتے ہیں مگر اہلیت شرط ہے)۔

الحديث (ولقب بيانه بالتحريض على صالح التعريض) ان مثل الذي يعود في عطيته كمثل الكلب اكل حتى اذا شبع قاء ثم عاد في قيئه فاكله (۹) عن ابي هريرة (ح) ف اعلم ان الحديث محمول عند الحنفية على الاستقباح لا على التحريم كما في الهداية وهذا الاستقباح عند بعضهم كراهة التنزيه وعند بعضهم كراهة التحريم كذا في الدر المختار و عند غيرهم للتحريم والحديث بظاهره يدل على التحريم لان العود في القئ حرام لكن اذا نظر الى الآكل وهو الكلب يدل على عدم التحريم لان فعل الكلب لا يوصف بالتحريم وعلى تفسير الحنفية يدل الحديث على مسئلة مهمة عملية يستعملها المحققون من الصوفية في تربية اصحابهم وهي انهم قد يتكلمون في مخاطبات اصحابهم بعبارة هي موضوعة لحقيقة لكنها موهمة لحقيقة اخرى ـه

حدیث (اور اس حدیث کی شرح کا لقب یہ ہے التحریض علی صالح التعریض) جو شخص اپنی دی ہوئی چیز کو واپس کرے اوسکی مثال کتّے کی سی ہے کہ اول کہاتا ہے یہانتک کہ جب پیٹ بہر جاتا ہے قے کر دیتا ہے پہر اوس قے کو چاٹتا ہے **ف** جاننا چاہیئے کہ یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک تنفیر پر محمول ہے نہ کہ تحریم پر جیسا ہدایہ میں ہے پہر یہ تنفیر بعض کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے اور بعض کے نزدیک کراہۃ تحریمی ہے جیسا در مختار میں ہے اور غیر حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث تحریم کے لئے ہے اور حدیث اپنے ظاہر الفاظ سے تحریم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ قے کا چاٹنا حرام ہے لیکن جب اوس قے کے چاٹنے والے کی طرف نظر کیجاوے کہ کتا ہے تو پہر حدیث عدم تحریم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کتّے کا فعل تحریم کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا ار یہ تو اختلاف مذاہب کا بیان تہا آگے اس حدیث سے ایک مسئلہ

غیر مدلولة ویریدون ایهام المخاطب
لهذه الحقیقة الاخری لمصلحة راجعة
الی المخاطب ومن شرطها کون هذه
المصلحة بحیث لو اراد تحصیلها بطریق
الظاهر لساغ له لکن ذلك الطریق
کان صعبا علیه وهذا الطریق الموهم
سهل علیه ومن امثلة هذه المسئلة
جواب استاذی مولانا محمد یعقوب
رحمه الله تعالی لبعض الذاکرین
شکا الیه رحمه الله عدم المداومة
علی الذکر فرای فیه اثار العجز
عن المداومة ورای انه لا یرضی ۱۱۲
بالعمل الغیر الدائم وانه لولم
یتیسر له المداومة لترك العمل بالکلیة
فاجاب رحمه الله تعالی ان العمل
تارة وترکه اخری نوع من المداومة
ایضا فانه مداومة علی مجموع العمل
والترك فحصل له نشاط من هذا
الجواب ولم یترك العمل راسا
ثم ببرکة هذا النشاط وهذا العمل
حصل له المداومة المطلوبة فقوله
ان العمل تارة وترکه اخری نوع
من المداومة اوهم المخاطب ان هذه

تصوف کے استنباط کا ذکر ہے)
اور (وہ یہ کہ) حنفیہ کی تفسیر پر یہ حدیث
ایک ضروری عملی مسئلہ پر دال ہے
جس کو صوفیہ محققین اپنے متعلقین کی
تربیت میں استعمال میں لاتے ہیں
اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ یہ حضرات
بعض اوقات اپنے متعلقین کے خطاب
میں ایسی عبارت کے ساتھ تکلم کرتے
ہیں کہ وہ موضوع تو ایک حقیقت کیلئے
ہے لیکن موہم دوسری حقیقت کیلئے
ہے جو اس عبارت کا مدلول نہیں اور
(اس عبارت کے تکلم کے وقت) مقصود
اون کا مخاطب ہی کی مصلحت کیلئے
اوس کے ذہن کو اوس دوسری حقیقت
(غیر مدلولہ) کی طرف منتقل کرنا ہوتا ہے
اور اس کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ
مصلحت ایسی ہو کہ اگر اوس کو اوسکے
ظاہری طریق سے بھی حاصل کرنے کا
ارادہ کیا جاوے تو متکلم کے لئے جائز
ہو لیکن یہ ظاہری طریق اوس مخاطب
پر دشوار تھا اور یہ طریق موہم اوس پر سہل
تھا اور اس مسئلہ کی مثالوں میں سے
ایک مثال میرے استاد حضرت

باقی آئندہ

مداومة مطلوبة ولم يكن مرادًا
له لان المداومة المطلوبة
هي التي لا يكون معه ترك الا نادرًا
فلو اجاب بان العمل تارة وتركه
اخرى وان لم يكن مداومة
لكن لا ينبغي تركه بالكلية وهو يكون
سببا للمداومة المطلوبة ان شاء الله
تعالى لصعب عليه العمل بهذا الجواب
فلهذه المصلحة اختار هذا الطريق
وبه سهل عليه العمل ثم وفق
للمداومة عليه وجه دلالة الحديث
عليه ظاهر على مسلك الحنفية فان
قوله صلى الله عليه وسلم كمثل
الكلب يعود في قيئه اوهم المخاطب
بحرمته ومراده صلى الله عليه وسلم
الاستقباح فقط فلو صرح صلى الله
عليه وسلم بعدم تحريمه لكان ترك
العود اصعب وبعدم التصريح به
سهل اما تحقق الشرط المذكور في
قولي ومن شرطها كون هذه المصلحة
بحيث لو اريد تحصيلها بطريقها الظاهر
لساغ له ذلك الخ فبيانه انه صلى الله
عليه وسلم لو نهى عن العود في الهبة

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
کا ایک جواب ہے جو بعض ذاکرین کو دیا تھا
جس نے اون سے ذکر پر مداومت نکرسکنے
کی شکایت کی تھی اور اونھوں نے اوس
ذاکر میں ذکر پر مداومت کرنے سے
عجز کے آثار محسوس فرمائے اور یہ بھی
محسوس کیا کہ یہ عمل غیر دائم پر راضی نہ ہوگا
اور یہ بھی محسوس کیا کہ اگر اس کو دوام
میسر نہ ہوا تو عمل کو بالکلیہ ترک کر دیگا
پس اونہوں نے اوس کو یہ جواب
دیا کہ کبھی عمل کرنا اور کبھی اوس کا ترک
۱۱۳ کر دینا یہ بھی ایک نوع کی مداومت ہے
کیونکہ یہ مجموعہ عمل و ترک پر مداومت
ہے تو اس جواب سے اوس شخص کو ایک
طرح کا نشاط پیدا ہوگیا اور اوس نے
بالکلیہ عمل کو ترک نہیں کیا پھر اوس نشاط
اور اس عمل (غیر دائمی) کی برکت سے
اوس کو مداومت مطلوبہ حاصل ہوگئی
پس مولانا کے اس ارشاد سے کہ کبھی
عمل کرنا اور کبھی ترک کر دینا یہ بھی ایک
قسم کی مداومت ہے مخاطب کے خیال
میں یہ بات آگئی کہ یہ مداومت بھی مداومت
مطلوبہ ہے اور مولانا کی یہ مراد نہ تھی

بدون هذا التمثيل مع كونه مباحا
في نفسه لساغ له كما يدل عليه قوله
تعالى وما كان لمؤمن ولا مؤمنة
إذا قضى الله ورسوله أمرا أن يكون
لهم الخيرة من أمرهم حيث أن
إباء زينب عن نكاح زيد كان
مباحا في نفسه لكنه صلى الله عليه
وسلم لما أمر بالنكاح ونهى عن الإباء
وجب عليها إطاعته في هذا المباح
وكان هذا في حكم جزئي أما وجوب
مثل هذا المباح في حكم كلي فيؤخذ
على قول بعض العلماء من قوله صلى الله ۱۱۴
عليه وسلم لمن سأل عن الحج أفي كل
عام لو قلت نعم لوجب قال النووي
فيه دليل للمذهب الصحيح أنه صلى الله
عليه وسلم كان له أن يجتهد في الأحكام
ولا يشترط في حكمه أن يكون بوحي
فثبت أنه جاز له صلى الله عليه وسلم
إيجاب مباح وتحريم مباح لا منه
برأيه ثم بقاء حكم هذا الاجتهاد ونسخه
فأمر آخر وقال الشوكاني في باب
وجوب الحج تحت قوله عليه السلام
لو قلت نعم لوجب استدل به على

کیونکہ مداومت مطلوبہ تو وہی ہے کہ جس کے ساتھ بجز شاذ و نادر کے ترک کبھی نہ ہو سو اگر مولانا یہ جواب دیتے کہ کبھی عمل کرنا اور کبھی ترک کر دینا اگرچہ مداومت نہیں ہے لیکن بالکلیہ ترک مناسب نہیں اور یہی انشاء اللہ تعالے سبب ہو جاویگا مداومت مطلوبہ کا تو اس مخاطب کو اس جواب پر عمل کرنا دشوار ہو جاتا پس اس مصلحت کے لئے اس طریق کو اختیار کیا اور اس سے اوس پر عمل سہل ہو گیا پھر اوس کو مداومت کی توفیق ہو گئی اور اس حدیث کی دلالت اس مسئلہ پر حنفیہ کے مسلک پر ظاہر ہے کیونکہ حضورؐ اقدس کا یہ ارشاد کہ اوس کی مثال کتے کی سی ہے جو اپنی قے میں عود کرتا ہے مخاطب میں حرمت کے خیال کو پیدا کرتا ہے اور حضور کی مراد صرف تنفیر ہو سو اگر آپ عدم تحریم کی تصریح فرماتے تو ترک عود فی الہبۃ دشوار ہوتا نفس میں بار بار یہی داعیہ پیدا ہوتا کہ حرام تو ہے ہی نہیں پھر نفع کو کیوں چھوڑیں اور جب عدم تحریم کی تصریح نہیں فرمائی تو اب ترک عود سہل ہو گیا کیونکہ نفس کو

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم مفوض الی الاحکام و فی ذلک خلاف مبسوط فی الاصول اھ وھذا اقوی دلالۃ علی ما قلناہ فی انہ جائز لہ صلی اللہ علیہ وسلم لتشریع حکم عام فتحقق الشرط باتم وجہ واوضحہ ولا یضر الاختلاف فی امثالہ ولوضر لضر الدلیل الخاص وغایتہ انتفاء الدلیل الخاص ولا یستلزم انتفاء ہ انتفاء المدلول لامکان ثبوتہ بدلیل اٰخر کحدیث مسلم الاٰتی ھھنا وھو الصق بغرضنا لان غرضنا ھو الاستدلال علی طریق الاصلاح الخاص لا التشریع العام الذی کان فی حدیث الھبۃ و یکفی بھذا الغرض حدیث مسلم کما ستعلم وھو ما فی قولی و فی الباب حدیث آخر اصرح فی الدلالۃ من حدیث المتن وھو ما فی صحیح مسلم باب صحۃ الاقرار بالقتل الی قولہ استحباب طلب العفو منہ عن وائل فی قصۃ تمکین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولی القتیل من القصاص انہ لما ولی قال صلے اللہ علیہ وسلم ان قتلہ فھو

مایوسی ہوگئی کہ اب اس کی گنجائش نہیں رہی، باقی اوس شرط کا تحقق جس کا ذکر میرے اس قول میں تھا کہ اسکی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مصلحت ایسی ہو کہ اگر اوسکو اوس کے ظاہری طریق سے بھی حاصل کرنے کا ارادہ کیا جاوے تو متکلم کے لئے جائز ہو الخ سو اس شرط کے تحقق کا بیان یہ ہے کہ اگر باوجود اس عود کے مباح فی نفسہ ہونے کے بھی بدون اس تمثیل کے اس عود سے منع فرما دیتے تو آپ کو اس کا حق تھا جیسا یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اسکا رسول ؐ کسی بات کا حکم کر دیں تو پھر بھی اون کو اوس بات میں اختیار باقی رہے اگو وہ امر فی نفسہ محل اختیار تھا مگر اب حتمی حکم کے بعد محل اختیار باقی نہیں رہا چنانچہ حضرت زینب کا زید کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار فی نفسہ مباح تھا لیکن جب حضور اقدس نے نکاح کا حکم فرما دیا اور انکار سے منع فرما دیا تو زینب پر اس مباح میں آپ کی اطاعت واجب ہوگئی اور یہ (وجوب اطاعت) ایک امر جزئی

۱۱۵

مثله وفی طریق اخری له عن وائل
قال صلی الله علیه وسلم القاتل والمقتول
فی النار اه ارشاد صلی الله علیه وسلم
طلب العفو عنه لمصلحة یحتمل وجوها
وهو مما لو امره به صریحا لوجب علیه
لکن لم یامره بصریح اللفظ کیلا یاثم
ان لم یمتثل غرض صلی الله علیه و
سلم یقول فهم منه المخاطب ما
یرده صلی الله علیه وسلم فان المعنی
المراد له صلی الله علیه وسلم مطلق
المماثلة فعلا لا حکما ودخول بعض
القاتل النار لا خصوص هذا القاتل ۱۱۶
الذی یقتل الظالم قصاصا وبیانا بالاستدلال
بالحدیث علی المسئلة التصوفیة
بما قال النووی فی شرح الحدیث
وان کان ما قال مجملا وما قلته مفصلا
ونصه وانما قال النبی صلی الله علیه
وسلم ما قال بهذا اللفظ الذی هو
صادق فیه والایهام مقصود صحیح
وهو ان لولیهما خاف فعفا والعفو مصلحة للولی
والمقتول فی دینهما وفیه مصلحة للجانی وهو انقاذه
من القتل فلما کان العفو مصلحة توصل الیه
بالتعریض وقد قال الضمری وغیره

میں تھا باقی ایسے مباح کا کسی حکم کلی میں
واجب ہوجاتا یعنی خود آپ کے ذاتی
حکم کا تشریع عام بنجانا سو بعض علماء
کے قول پر آپ کے اس ارشاد سے
ماخوذ ہوتا ہے جو آپ نے اوس شخص
سے فرمایا تھا جس نے حج کے باب میں
پوچھا تھا کہ کیا ہر سال میں حج واجب
ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہدیتا
تو پھر ہر سال کے لئے واجب ہوجاتا
(ماخوذ ہونے کی تقریر یہ ہے کہ) نووی
نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذہب
صحیح کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کو احکام میں اجتہاد فرمانیکا
اختیار تھا اور آپ کے حکم میں یہ شرط
نہیں کہ وہ وحی ہی سے ہو اھ اس سے
یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رائے مبارک
سے کسی مباح کے واجب فرمادینے
کا یا کسی مباح کے حرام فرمادینے کا
حق تھا اس لئے اوس سائل کے سوال
کے وقت اگر یہی رائے ہوجاتی کہ ہر سال
کے لئے واجب کردینا چاہیئے تاکہ سبکو
بصیرت حاصل ہو کہ بے ضرورت سوال

باقی آیندہ

من علماء اصحابنا وغیرهم لیستحب
للمفتی اذا رای مصلحة فی التعریض
للمستفتی ان یعرض تعریضا یحصل
به المقصود مع انه صادق فیه الی
قوله کمن یسال عن الغیبة فی الصوم
هل یفطر بها فیقول جاء فی الحدیث
الغیبة تفطر الصائم ویتایدما
قلت من انه لو امره صلے اللہ علیه
وسلم بالعفو صریحا لوجب علیه
بما حکے مسلم عن اسماعیل بن سالم
راوی حدیث القاتل والمقتول
فی النار قال فذکرت ذلک لحبیب
ابن ابی ثابت فقال حدثنی ابن اشوع
ان النبی صلے اللہ علیه وسلم انما
ساله ان یعفو عنه فابی اھ قلت
لعل مراد ابن اشوع ابداء احتمال
یصحح الحکم بدخول النار بالقتل
فعلم انه لو امره لوجب علیه امتثال
امره صلے اللہ علیه وسلم فثبت جمیع
ما قلنا باقوال علماء الظاهر ایضا وبهذا
الاصل یرتفع جمیع ما اشکل علی قوله
صلے اللہ علیه وسلم فی عبد اللہ بن
ابی حین قام صلے اللہ علیه وسلم لیصلی

کرنا مضر ہے تو اس رائے پر عمل کرنا
آپ کو جائز تھا) پھر اس حکم اجتہادی
کا باقی رہنا یا منسوخ ہو جانا سو یہ دوسری
بات ہے اور شوکانی نے (نیل الاوطار
میں) باب وجوب حج میں اسی ارشاد
مذکور کے تحت میں (کہ اگر میں ہاں کہدیتا
تو ہر سال حج فرض ہو جاتا) یہ کہا ہے
کہ اس (ارشاد) سے اس پر استدلال
کیا گیا ہے (یعنی بعض علماء نے استدلال
کیا ہے) کہ آپ کو احکام کے مشروع
کر دینے کا بھی اختیار مفوض کیا گیا ہے
117 اور اس میں اختلاف بھی ہے جو اصول
میں بسط کے ساتھ مذکور ہے اھ اور یہ
قول اوس مضمون پر دلالت کرنے میں
اور زیادہ قوی ہے جو ہم نے کہا ہے
کہ آپ کو حکم عام کی تشریع بھی جائز ہے
پس وہ شرط مذکور بھی بوجہ اتم واوضح
متحقق ہو گئی اور گو علماء کا اس اختیار
تشریع عام میں اختلاف ہے مگر ایسے
امور میں اختلاف مضر نہیں (کیونکہ اثر
اختلاف کا دلیل کا ظنی ہو جانا ہے
اور جس مسئلہ تصوفیہ کو ہم مستنبط
کر رہے ہیں عمل کے لئے اوس کا بھی

عليه فقام عمر فقال تصلى على ابن
ابى وقد قال يوم كذا كذا وكذا فقال
صلى الله عليه وسلم انى خيرت فاخترت
وفى رواية قال سازيده على سبعين
والاشكال فيه من وجهين احدهما
ان قوله تعالى استغفر لهم او لا تستغفر لهم
للتسوية لا للتخيير وثانيهما ان قوله تعالى
سبعين مرة محمول على المبالغة فلا
مفهوم لهذا العدد وتعبير فى الجواب
عنهما العلماء قديما وحديثا واسهل
الوجه فى الحديث على ما قاله استاذى
مولانا محمد يعقوب رح بناء على ۱۱۸
الاصل المذكور قصده صلى الله عليه
وسلم التمسك بمحض الالفاظ من غير
التفات الى المراد بها كما قصد صلى الله
عليه وسلم فى ما سبق من حديث
الهبة وحديث القصاص ان يتمسك
المخاطب بمحض الالفاظ من غير التفات
الى المراد بها وكان الفعل جائزا
فى نفسه لعدم ورود النهى الصريح
عن الصلوة والاستغفار وان كان
عبثا فى نفسه من الاصل لكنه لما اراد
صلى الله عليه وسلم بعض الحكمة

ظنی ہونا کافی ہے پھر اگر اختلاف مضریت
بھی ہو تو دلیل خاص کو مضر ہوگا اور غا
اُس ضرر کی یہ ہوگی کہ وہ دلیل خاص
منتفی ہو جائیگی اور دلیل خاص کا انتفار
مدلول کے انتفار کو مستلزم نہیں کیونکہ
ممکن ہے کہ وہ دوسری دلیل سے ثابت
ہو جاوے جیسے یہاں مسلم کی حدیث ہے
جو عنقریب آتی ہے اور وہ ہمارے مقصود سے
زیادہ چسپاں ہے کیونکہ ہمارا مقصود اصلاح
خاص کے طریق پر استدلال کرنا ہے نہ کہ
تشریح عام پر اور اوس کے لئے مسلم کی
حدیث (آئندہ) کافی ہے جیسا عنقریب
تم کو معلوم ہو جائیگا اور وہ وہ حدیث ہے
جو میرے قول آئندہ میں ہے (یعنی یہ سب
بیان تھا اس مسئلہ کو حدیث متن سے
ثابت کرنے کا) اور اس باب میں ایک
دوسری حدیث بھی ہے جو دلالت میں
حدیث متن سے زیادہ صریح ہے اور وہ
وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت وائل
سے اوس قصہ میں مذکور ہے جس میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
ولی مقتول کو قصاص لینے کا اختیار عطا
فرما دیا اور جب وہ وہاں سے چلا تو آپ

ما نقله فی حاشیۃ البخاری عن الکتب المختلفۃ بما نصہ ولکن خیل بما قال اظہار الغایۃ رحمتہ ورافتہ علی من بعث الیہ وروی انہ قال صلی اللہ علیہ وسلم وما یغنی عنہ قمیصی وصلوتی من اللہ واللہ انی کنت ارجوان یسلم بہ الف من قومہ وروی انہ اسلم الف من قومہ لما راوہ یتبرک بقمیص النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھ وھذہ الروایات وان لم ارھا منقولۃ لکنہا لیست بادون من ابداء احتمال قصدہ صلی اللہ علیہ وسلم امثال ھذہ الحکم التی منہا ما قالہ استاذی مولانا محمد یعقوب رح من انہ بین صلی اللہ علیہ وسلم بہذا الفعل ان التبرکات لا تغنی عن احد شیئا اذا لم یکن مؤمنا واللہ اعلم وارے ان الاقرب تقریر ھذہ المسئلۃ بالتحریض علی صالح التعریض

ارشاد فرمایا کہ اگر یہ اوس کو قتل کردیگا تو یہ بھی اوسی (قاتل اول) کے مثل ہوجاویگا اور مسلم ہی کی دوسری روایت میں وائل سے آپ کا یہ ارشاد ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں اھ آپ کا مقصود کسی مصلحت سے قصاص معاف کردینے کی درخواست تھی جس کی متعدد وجوہ ہوسکتی ہیں اور یہ مقصود معافی کا ایسا ہے کہ اگر آپ اُس ولی مقتول کو اوسکا صریح حکم فرماتے تو اوسپر واجب ہوجاتا لیکن آپ نے صریح الفاظ سے حکم نہیں دیا تاکہ اگر وہ امتثال امر نکرے تو گنہگار نہ ہو پس آپنے تعریض (واشارہ) کے طور سے ایسی بات فرمادی کہ اوس سے مخاطب ایسا مضمون سمجھا جو آپ کی مراد نہ تھی کیونکہ آپ کی مراد (پہلے ارشاد میں) مطلق مماثلت فی الفعل تھی نہ فی الحکم (یعنی یہ مطلب تھا کہ دونوں نفس فعل قتل میں یکساں ہوجاویں گے کہ جیسا اصل مجرم قاتل تھا اسی طرح ولی مقتول بھی قاتل ہوجائے گا گو حکم دونوں قتل کا جدا جدا ہے کہ مجرم کا فعل حرام تھا اور ولی مقتول کا فعل جائز ہے) اور اسی طرح (دوسرے ارشاد میں) آپ کی مراد بعض قاتل کا نار میں داخل ہونا ہے (یعنی جو ظلماً قتل کرے) نہ خاص اس قاتل کا جو ظالم کو قصاص میں قتل کر رہا ہے اور اس حدیث سے جو میں نے اِس مسئلہ تصوفیہ پر استدلال

کیا ہے اوسکی تائید نووی کے قول سے بھی ہوتی ہے جو اونہوں نے حدیث کی شرح
میں کہا ہے اگرچہ اون کا قول مجمل ہے اور میرا قول مفصل ہے (اور اس تائید کے
نقل کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ اکثر طبائع کو علمار ظاہر کے اقوال سے زیادہ قناعت
ہوتی ہے اور صوفیہ کو مخترع سمجھتے ہیں اسی واسطے اس حدیث کے جزوعفو کے متعلق
اور حدیث آئندہ واقعہ عبداللہ بن ابی کے متعلق بھی علمار ظاہر کے اقوال نقل کروں گا)
اور نووی کے قول کی عبارت یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھہ فرمایا
ایسے الفاظ سے فرمایا جس میں آپ صادق ہیں اور اس میں جو ایہام ہے وہ ایک مقصود
صحیح کے لئے ہے اور وہ مقصود یہ ہے کہ ولی قتیل (اس کہنے سے) ڈر جاویگا اور معاف
کردے گا اور یہ معاف کردینا ولی مقتول کی بھی اور اصل مقتول کی بھی دینی مصلحت
ہے (ولی کی مصلحت تو ثواب ہے عفو کا اور اصل مقتول کی مصلحت اوس کے اجر کا
بڑھ جانا کیونکہ جس مظلوم کا انتقام نہ لیا جاوے اوسکا اجر بڑھ جاتا ہے) اور اس میں
مجرم کی بھی مصلحت ہے کہ قتل سے اوس کی رہائی ہے پس جبکہ عفو (سراسر) مصلحت 120
تھی آپ نے تعریض سے اوس تک رسائی حاصل کی اور ضمری وغیرہ نے جو ہماری
جماعت کے اور دوسری جماعت کے بھی علمار ہیں یہ کہا ہے کہ مفتی جب تعریض میں
مستفتی کی مصلحت دیکھے تو اوس کے لئے مستحب ہے کہ ایسی تعریض کردے
جس سے مقصود حاصل ہو جاوے اور اس کے ساتھہ یہ بھی ہو کہ اوس (تعریضی قول)
میں سچا ہو آگے مثال دی ہے کہ جیسے کوئی شخص روزہ میں غیبت کرنے کے متعلق
پوچھے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور مفتی یہ کہدے کہ ایک حدیث میں آیا ہے
کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (پس نووی کی اس نقل سے میرے استدلال کی تائید
ہوگئی) اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ اگر آپ عفو کا صریح امر فرماتے تو ولی مقتول پر معاف
کردینا واجب ہوجاتا اس کی تائید اوس سے ہوتی ہے جو امام مسلم نے اسماعیل
بن سالم سے جو اس حدیث کے راوی ہیں نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے
حبیب بن ابی ثابت سے اس کا ذکر کیا (کہ ولی مقتول کی نسبت فی النار کیسے فرمایا

باقی آئندہ

اونہوں نے جواب دیا کہ مجھسے ابن اشوع نے روایت کیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس سے عفو کی درخواست کی تھی اوس نے انکار کر دیا (اس لئے آپنے ایسا فرمایا اس لئے کہ اس صورت میں وہ تارک واجب ہوا جو مستحق وعید ہوتا ہے؛ میں کہتا ہوں شاید مراد ابن اشوع کی ایک ایسے احتمال کا پیدا کرنا ہے جس سے قتل کرنے پر دخول نار کا حکم صحیح ہوجاوے (کیونکہ ابن اشوع نے کوئی سند بیان نہیں کی سو اس جواب سے) اتنا تو معلوم ہوگیا کہ اگر آپ اوس کو (عفو کا) حکم فرما دیتے تو اوسپر آپ کے حکم کا امتثال واجب ہوجاتا پس ہمارے سب دعوے علمائے ظاہر کے اقوال سے بھی ثابت ہوگئے اور اس قاعدہ مذکورہ سے وہ سب اشکالات بھی مرتفع ہوجاتے ہیں جو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر واقع ہوتے ہیں جو آپنے عبد اللہ بن ابی (منافق) کے باب میں فرمایا ہے جس وقت آپ اوس کے جنازے کی نماز پڑہنے کھڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ آپ عبد اللہ بن ابی پر نماز پڑہتے
۱۲۱ ہیں حالانکہ اسنے فلاں دن یوں کہا فلاں دن یوں کہا آپنے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے نے (مجھکو منع بھی نہیں فرمائی بلکہ مجھکو (استغفر لہم اولا تستغفر لہم میں) اختیار دیا ہے سو میں نے (استغفار کو) اختیار کرلیا اور ایک روایت میں ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے ستر پر عدم مغفرت کی خبر دی ہے) میں ستر سے بڑھا دونگا اور اشکال اس میں دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ حق تعالی کا ارشاد (استغفر لہم اولا تستغفر لہم) تسویہ کے لئے ہے تخییر کے لئے نہیں اور دوسرا یہ کہ حق تعالے کا یہ ارشاد سبعین مرۃ مبالغہ پر محمول ہے (نہ کہ تحدید پر) پس اس عدد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں اور ان دونوں اشکالوں کے جواب میں علماء قدیمًا و حدیثًا متحیر رہے ہیں لیکن اور سب سے سہل وجہ حدیث میں جیسا کہ قاعدہ مذکورہ کی بنار پر مولانا محمد یعقوب صاحب نے ارشاد فرمایا ہے یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے محض الفاظ سے بدون التفات معانی کے تمسک فرمانے کا قصد فرمایا جیسا آپ نے ہبہ اور قصاص کی گذشتہ حدیثوں میں اس کا قصد فرمایا کہ مخاطب محض الفاظ سے تمسک کرے اور اس طرف التفات نکرے کہ ان الفاظ سے مراد کیا ہے اور فعل (یعنی اُسپر نماز جنازہ کی پڑہنا) فی نفسہ جائز تھا

کیونکہ نماز و استغفار سے نہی صریح وارد نہ ہوئی تھی اگرچہ یہ نماز و استغفار فی حد ذاتہ اصل سے فعل غیر مفید تھا لیکن جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ حکمتوں کی بھی رعایت فرمائی تھی اس لئے وہ فعل عبث بھی نہ رہا اور شاید حکمت وہ ہو جس کو حاشیہ بخاری میں مختلف کتابوں سے نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ (جواب میں فرمایا) اس سے امت پر غایت رحمت و شفقت کے اظہار کو خیال میں ڈالدیا اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا قمیص اور میری نماز اس کو کیا نفع ہو سکتی ہے واللہ میں امید کرتا ہوں کہ اسکی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں اور یہ بھی روایت ہے کہ اوسکی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے جب دیکھا کہ اوسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ و سلم کے قمیص مبارک کا تبرک عطا ہوا اور ان روایتوں کو میں نے کہیں منقول نہیں دیکھا لیکن یہ روایتیں اس احتمال سے تو گری ہوئی نہیں کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حکمتوں کا قصد فرمایا ہو جن میں ایک حکمت وہ بھی ہے جو میرے استاذ مولانا محمد یعقوب
صاحبؒ نے بیان فرمائی کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل سے اسکو ۱۲۲
ظاہر فرمادیا کہ اگر کسی میں ایمان نہ ہو تو اوسکو تبرکات بالکل کام نہیں دیتے (اس شخص کے برابر کسکو تبرکات نصیب ہو سکتے ہیں مگر منافق ہونے کی وجہ سے پھر نار کے درک اسفل کا مستحق رہا) اور پہلی حکمتیں غیر مسلمین کے اعتبار سے تہیں کہ اون کا تالیف قلب کرنا مقصود تھا اور یہ اخیر کی حکمت مسلمین کے اعتبار سے ہے کہ اون کو مسئلہ کی تعلیم کرنا مقصود ہے) واللہ اعلم۔ اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کی تقریر کو التحریض علی صلح التعریض سے ملقب کروں یوم الخمیس ۱۳ ربیع الاول ۵۰ھ۔

الحدیث انکم قادمون علی اخوانکم فاصلحوا رحالکم واصلحوا لباسکم حتی تکونوا کانکم شامة فی الناس فان اللہ لایحب الفحش ولا التفحش (حم دک هب) عن سہل بن الحنظلیة (صح)

حدیث (آپ نے صحابہؓ سے کسی ایسے موقع پر کہ وہ کہیں پہونچنے والے تھے ارشاد فرمایا کہ) تم اپنے بھائیوں کے پاس پہونچنے والے ہو سو اپنا سامان درست کرلو اور اپنا لباس درست کرلو یہاں تک

ف دل علی ندب تحسین الهیئة و
المحافظة علی النظافة ما امکن ولہ وجہان
احدهما کونہ مقصودا فی نفسہ لکونہ
محبوبا للہ تعالی کما ورد ان اللہ نظیف
یحب النظافة وان اللہ جمیل یحب
الجمال وثانیهما اکرام من یقدم علیہ
وفی الحدیث اشارة الی الامرین الی
الاول فی قولہ فان اللہ لا یحب الفحش
والی الثانی فی قولہ انکم قادمون علی
اخوانکم ویجوز فی الثانی شیء من زیادة
علی الاول اما اذا کان لوجہ فاسد
من التیہ والبطر فمذموم لنصوص
کثیرة ومن ثم قال الحنفی فی الحدیث
ان کانت نفسہ مطهرة فان کان ممن
یعجب بذلك ویتکبر ترکہ وداوی نفسہ
بالتقشف حتی یودہا اھ وقولہ علیہ السلام
حتی یکونوا کانکم شامة فی الناس لا یراد
بہ ثوب الشهرة الذی ورد فیہ الوعید
بل یراد بہ ثوب نظیف یمتاز بہ عن
المتدنسین من الناس وهم المراد
بالناس والقرینة علیہ انہ علل بہ
الامر بطلق الاصلاح فتعین ان المراد
من لم یصلح لباسہم فاعرف ذلك

کہ عام لوگوں میں تم ایسے ہو جاؤ جیسے بدن
میں کوئی (ممتاز) نشان ہوتا ہے (جیسے
تل) کیونکہ اللہ تعالٰی بے شرم ہونے کو
پسند نہیں فرماتا اور نہ بے شرم بننے کو
(اور سامان ولباس کو درست نہ کرنا مشابہ
بیحیائی کے ہے کہ ذلت سے شرماتا نہیں
کذا ذکر العزیزی بقولہ ای وعدم اصلاح
ما ذکر یشبہ الفحش اھ اور ذلیل ہونا بلا وجہ
یہ بھی مذموم ہے حدیث میں ہے لا ینبغی
للمؤمن ان یذل نفسہ) ف حدیث اس
پر دال ہے کہ جسقدر (سہولت سے) ممکن ہو
۱۲۳ اپنی ہیئت کو درست رکھے اور نظافت
کا خیال رکھے اور اس میں دو پہلو ہیں ایک
یہ کہ یہ خود مقصود ہے کیونکہ اللہ تعالٰی کو
محبوب ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالٰی
نظافت والے ہیں نظافت کو محبوب رکھتے
ہیں اور جمال والے ہیں جمال کو محبوب رکھتے
ہیں اور دوسرا پہلو اوس شخص کا اکرام ہے
جس کے پاس یہ جا رہا ہے (کہ میلا کچیلا
کسی کے پاس جانے کے گویا یہ معنی ہیں کہ
ہمارے قلب میں اوس کی کوئی وقعت
نہیں جس کی وجہ سے کوئی اہتمام کیا جاتا
اور حدیث میں دونوں امر کی طرف اشارہ ہے

امر اول کی طرف تو اس ارشاد میں کہ اللہ تعالے بے شرم ہونے یا بے شرم بننے کو پسند نہیں فرماتے اور امر ثانی کی طرف اس ارشاد میں کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس پہونچنے والے ہو اور غرض ثانی میں بہ نسبت غرض اول کے کسیقدر زیادتی بھی جائز ہے (یعنی ہر وقت کی نظافت وتجمل سے کسی کے آنے یا کسی کے پاس جانے کے وقت نظافت یا تجمل میں کسیقدر زیادتی بھی جائز ہے) لیکن اگر یہ زینت وتجمل کسی غرض فاسد سے ہو جیسے ناز و نخرہ وہ مذموم ہے بہت سی نصوص اس کی دلیل ہیں اور اسی سبب سے حفنی نے اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اوسوقت ہے کہ جب نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو اور اگر یہ شخص ایسا ہے کہ اس زینت وجمال سے اس کو عجب وتکبر پیدا ہو جاوے گا تو پھر زینت وتجمل کو ترک کر دے اور غیر مزین وغیر جمیل لباس پہنکر اوس کا علاج کرے یہانتک کہ اوس کو مہذب کرے اھ اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ یہانتک کہ لوگوں میں ممتاز نشان کی طرح ہو جاؤ اس سے مراد لباس شہرت نہیں ہے جس میں وعید آئی ہے بلکہ مراد ایسا صاف لباس ہے جس سے یہ شخص میلے کچیلے لوگوں سے ممتاز ہو جاوے ۱۲۴
اور لوگوں سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ آپ نے اس کو مطلق اصلاح کی علت میں فرمایا ہے پس یہ بات متعین ہو گئی کہ مراد ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لباس کی ضروری اصلاح بھی نہیں کی اس کو خوب سمجھ لو۔

الحدیث انما الامل رحمة من الله تعالیٰ لامتی لولا الامل ما ارضعت ام ولدا ولا غرس غارس شجرا (خط عن انس رض) **ف** فیه حکمة بعض الکونیات المباحة المرجوحة ذاتا الراجحة اثرا وفیه تسلیة للسالک اذا اغتم بنقصه فی بعض الاعمال والاحوال ببیان حکمته التی بتوقف

حدیث (زندگی کی) امید خدا تعالیٰ کی رحمت ہے میری امت کے لئے اگر یہ امید نہ ہوتی تو کوئی ماں بچہ کو دودھ نہ پلاتی اور نہ کوئی درخت لگانے والا درخت لگاتا **ف** اس میں بعض کونیات مباحہ کی حکمت کا بیان ہے جو ذاتاً تو مرجوح ہیں (کیونکہ ذاتاً تو موت کی یاد مطلوب ہے) اور اثر کے اعتبار سے راجح ہیں

تسلیہ بعض النقص فی الاحوال

باقی آئندہ

علیہا کثیر من الاحکام الشرعیۃ فان الارضاع واجب عینا وکذا الزرع الذی اشیر الیہ فی الغرس واجب علی الکفایۃ وما ورد فی ذم الامل فالمراد بہ طولہ کما قال المناوی مدح اصلہ لا ینافی ذم الاسترسال فیہ اھ ای الاستغراق فی الامل وترک الآخرۃ بالمرۃ۔

(یعنی بعض اوقات عام طبائع کے اعتبار سے استحضار موت پر اس کو ترجیح ہوجاتی ہے چنانچہ اگر موت ہر وقت یاد رہے تو عام لوگ بہت سی ضروریات سے معطل ہوجاویں اور عام طبائع کی قید اس لئے لگائی گئی کہ کاملین منتہیں اس پر قادر ہیں کہ ضروریات معاش واستحضار موت دونوں کو جمع کرلیں) اور اس میں سالک کی تسلی ہے جب وہ اپنے بعض اعمال یا احوال میں نقص ہونے سے مغموم ہوتا ہے (مثلاً اس سے غمزدہ ہوا کہ موت کی یاد میں کمی پائی) اوس وقت اوسکی تسلی اس طور سے رکی جاتی ہے کہ اوس نقص کی حکمت بیان کردی جاتی ہے جسپر بہت سے احکام شرعیہ موقوف ہیں مثلاً دودھ پلانا علی العین واجب ہے (جب تک اوس کا بدل نہ ہو) اور اسی طرح کھیتی کرنا جس کی طرف درخت لگانے کے مضمون میں اشارہ ہے واجب علی الکفایہ ہے اور امل کی مذمت میں جو حدیثیں آئی ہیں مراد اوس سے طول امل ہے جیسا مناوی نے کہا ہے کہ اصل امل کی مدح اسکے منافی نہیں کہ اوسکی تطویل کی مذمت آئی ہے یعنے اوس میں منہمک ہوجانا اور آخرت کو بالکل چھوڑ دینا۔

۱۲۵

الحدیث انما الاعمال کالوعاء اذا طاب اسفلہ طاب اعلاہ واذا فسد اسفلہ فسد اعلاہ (ہ) عن معاویۃ (ض) (**ف**) فیہ رد علی الصوفی الجاہل فی قولہ ان یکفی صلاح الباطن وان فسد الظاہر فنبہ الحدیث علی ان صلاح الباطن لا ینفک عنہ صلاح الظاہر وکیف یعقل ان المرء یحب احدا من صمیم قلبہ ثم یشتمہ بلسانہ

حدیث اعمال کی مثال مثل برتن (میں رکھی ہوئی چیز) کے ہے جب اوسکے نیچے کا حصہ اچھا ہوگا تو اوپر کا حصہ بھی اچھا ہوگا اور جب نیچے کا حصہ خراب ہوگا تو اوپر کا حصہ بھی خراب ہوگا (کیونکہ تعلق اتصال کے سبب ضرور اثر پہونچتا ہے مثلاً گھی میں میل ہو گو نیچے بیٹھ جاوے مگر ادنی حرکت سے اوپر بھی اوسکا ظہور ہوگا اسیطرح اگر

انما الاعمال کالوعاء

امر اول کی طرف تو اس ارشاد میں کہ اللہ تعالیٰ بے شرم ہونے یا بے شرم بننے کو پسند نہیں فرماتے اور امر ثانی کی طرف اس ارشاد میں کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس پہونچنے والے ہو اور غرض ثانی میں بہ نسبت غرض اول کے کسیقدر زیادتی بھی جائز ہے (یعنی ہر وقت کی نظافت وتجمل سے کسی کے آنے یا کسی کے پاس جانے کے وقت نظافت یا تجمل میں کسیقدر زیادتی بھی جائز ہے) لیکن اگر یہ زینت وتجمل کسی غرض فاسد سے ہو جیسے ناز و فخر وہ مذموم ہے بہت سی نصوص اس کی دلیل ہیں اور اسی سبب سے حفنی نے اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اوسوقت سے ہے کہ جب نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو اور اگر یہ شخص ایسا ہے کہ اس زینت وجمال سے اس کو عجب وتکبر پیدا ہو جاوے گا تو پھر زینت وتجمل کو ترک کر دے اور غیر مزین وغیر جمیل لباس پہنکر اوس کا علاج کرے یہانتک کہ اوس کو مہذب کرے اھ اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ یہانتک کہ لوگوں میں ممتاز نشان کی طرح ہو جاؤ اس سے مراد لباس شہرت نہیں ہے جس میں وعید آئی ہے
بلکہ مراد ایسا صاف لباس ہے جس سے یہ شخص میلے کچیلے لوگوں سے ممتاز ہو جاوے ۱۲۴
اور لوگوں سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ آپ نے اس کو مطلق اصلاح کی علت میں فرمایا ہے پس یہ بات متعین ہو گئی کہ مراد ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لباس کی ضروری اصلاح بھی نہیں کی اس کو خوب سمجھ لو۔

خیر بعض النقص فی الاحوال

الحدیث انما الامل رحمة من الله تعالیٰ لامتی لولا الامل ما ارضعت ام ولدا ولا غرس غارس شجرا (خط عن انس رض) **ف** فیه حکمة بعض الکونیات المباحة المرجوحة ذاتا الراجحة اثرا وفیه تسلیة للسالک اذا اغتم بنقصه فی بعض الاعمال والاحوال ببیان حکمته لئلا یتوقف

حدیث (زندگی کی) امید خدا تعالیٰ کی رحمت ہے میری امت کے لئے اگر یہ امید نہ ہوتی تو کوئی ماں بچہ کو دودھ نہ پلاتی اور نہ کوئی درخت لگانے والا درخت لگاتا **ف** اس میں بعض کونیات مباحہ مرجوحہ کی حکمت کا بیان ہے جو ذاتاً تو مرجوح ہیں (کیونکہ ذاتاً تو موت کی یاد مطلوب ہے) اور اثر کے اعتبار سے راجح ہیں

باقی آئندہ

علیہا کثیر من الاحکام الشرعیۃ فان الارضاع واجب عیناً وکذا الزرع الذی اشیر الیہ فی الغرس واجب علی الکفایۃ وما ورد فی ذم الامل فالمراد بطولہ کما قال المناوی مدح اصلہ لا ینافی ذم الاسترسال فیہ اما ای الاستغراق فی الامل وترک الآخرۃ بالمرۃ۔

(یعنی بعض اوقات عام طبائع کے اعتبار سے استحضار موت پر اس کو ترجیح ہوجاتی ہے چنانچہ اگر موت ہر وقت یاد رہے تو عام لوگ بہت سی ضروریات سے معطل ہوجاویں اور عام طبائع کی قید اس لئے لگائی گئی کہ کاملین منتہیں اس پر قادر ہیں کہ ضروریات معاش و استحضار موت دونوں کو جمع کرلیں) اور اس میں سالک کی تسلی ہے جب وہ اپنے بعض اعمال یا احوال میں نقص ہونے سے مغموم ہوتا ہے (مثلاً اس سے غمزدہ ہوا کہ موت کی یاد ہمیں کمی پائی او سوقت اوسکی تسلی اس طور سے کی جاتی ہے کہ اوس نقص کی حکمت بیان کردی جاتی ہے جیسے بہت سے احکام شرعیہ موقوف ہیں مثلاً دودھ پلانا علی العین واجب ہے جب تک اوس کا بدل نہ ہو اور اسی طرح کھیتی کرنا جس کی طرف درخت لگانے کے مضمون میں اشارہ ہے واجب علی الکفایہ ہے اور امل کی مذمت میں جو حدیثیں آئی ہیں مراد اوس سے طول امل ہے جیسا مناوی نے کہا ہے کہ اصل امل کی مدح اسکے منافی نہیں کہ اوسکی تطویل کی مذمت آئی ہے یعنے اوس میں منہمک ہوجانا اور آخرت کو بالکل چھوڑ دینا۔

125

الحدیث انما الاعمال کالوعاء اذا طاب سفلہ طاب علاہ واذا فسد اسفلہ فسد علاہ (ہ) عن معاویۃ (ض) **ف** فیہ رد علی الصوفی الجاهل فی قولہ انہ یکفی صلاح الباطن وان فسد الظاہر فنبہ الحدیث علی ان صلاح الباطن لا ینفک عنہ صلاح الظاہر وکیف یعقل ان المرء یحب احداً من صمیم قلبہ ثم یشتمہ بلسانہ

حدیث اعمال کی مثال مثل برتن (میں رکھی ہوئی چیز) کے ہے جب اوسکے نیچے کا حصہ اچھا ہوگا تو اوپر کا حصہ بھی اچھا ہوگا اور جب نیچے کا حصہ خراب ہوگا تو اوپر کا حصہ بھی خراب ہوگا (کیونکہ تعلق اتصال کے سبب ضرور اثر پہونچتا ہے مثلاً گھی میں میل ہو گو نیچے بیٹھ جاوے مگر ادنیٰ حرکت سے اوپر بھی اوسکا ظہور ہوگا اسیطرح اگر

او يضربه بيدہ قال الذی يترك الصلوة عمدا اويزنی او يشرب الخمر او يستخف بالشرع يمتنع ان يكون فی قلبه حب الله وعظمته وفی ذلك قال الرومی

گر انارے میخری خندان بخر تا دہد خندہ از شرع دانہ او خبر
نامبارک خندۂ آن لالہ بود کز دہانش خندہ او سواد دل نمود

يريد رحمه الله ان الاعمال الظاهرة الصالحة والسيئة هی امارات لصلاح الباطن او فساده ومن فروع المسئلة انك اذا رأيت شيخا ظاهره يخالف الشرع فاياك وایاه

باطن اچھا ہے تو اوسکا اثر اعمال میں بھی ظاہر ہوگا اسیطرح اگر بُرا ہے ف اس میں رد ہے جاہل صوفی پر جو یوں کہتا ہے کہ باطن کا درست ہونا کافی ہے گو ظاہر خراب ہو تو حدیث نے یہ بات بتلا دی کہ باطن کی درستی سے ظاہر کی درستی مفارق نہیں ہو سکتی اور یہ بات کیسے سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک شخص کسی سے دل سے تو محبت کرتا ہے پہر زبان سے اوس کو گالیاں دیتا ہے اور ہاتھ سے اوس کو مارتا ہے سو جو شخص نماز عمدًا ترک کرتا ہو یا زنا کرتا ہو یا شراب پیتا ہو یا شریعت کی بیقدری کرتا ہو یہ بات (عادۃً) محال ہے کہ اوس کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت اور عظمت ہو اسی بارہ میں حضرت مولانا رومی رح فرماتے ہیں کہ اگر انار خرید و کہلا ہوا خرید و جس کا کہلنا اوس کے دانوں کی حالت بتلاتا ہو اور منحوس کھلنا لالہ کا کھلنا ہے جس کے کہلنے سے دل کی سیاہی ظاہر ہو گئی مولانا کا مطلب یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ اچھے ہوں یا برے وہ علامات ہیں باطن کے اچھے یا برے ہونے کی اور اس مسئلہ کے فروع میں سے یہ ہے کہ اگر کسی شیخ کو دیکھو کہ اوسکا ظاہر شریعت کے خلاف ہے تو اپنے کو اوس سے بچانا اور سمجھ لینا کہ اس کا باطن اگر درست ہوتا تو ظاہر بھی درست ہوتا)

126

عدم لزوم الاستغراق لکمال الصلوۃ

الحديث انی لادخل فی الصلوة وانا اريد ان اطيلها فاسمع بكاء الصبی فاتجوز فی صلاتی مما اعلم من شدة وجد امه ببكائه (حم ق ه) عن انس رضی

ف فيه تصريح بان الاستغراق ليس

حدیث میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور یہ ارادہ ہوتا ہے کہ نماز طویل پڑہونگا پہر کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں کیونکہ جانتا ہوں کہ اسکی ماں اسکے رونے

من لوازم کمال الصلوٰة فان صلاته صلے اللہ علیہ وسلم لا شك فی کمالها ومع ذلك کان یسمع البکاء وهو غیر مسموع فی الاستغراق۔

سے پریشان ہوگی **ف** اس میں اس کی تصریح ہے کہ استغراق کمال نماز کے لوازم میں سے نہیں کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے کامل ہونے میں کوئی شک نہیں اور باوجود اس کے آپ آواز سنتے تھے حالانکہ استغراق میں ایسی آواز مسموع نہیں ہوتی۔

الحدیث اولیاء اللہ تعالی الذین اذا رأوا ذکر اللہ تعالی الحکیم عن ابن عباس رض **ف** فی الحدیث احدی علامات الاولیاء وهذا امثالها فی الاولیاء ولهم علامات اخری یستدل بشیوعها علی ولایتهم وصلاحیتهم للاقتباس منهم۔

حدیث اولیاء اللہ وہ ہیں کہ اون کے دیکھنے سے خدا یاد آجاوے **ف** اس حدیث میں ایک علامت اولیاء کی مذکور ہے اور اولیاء میں اوسکا مشاہدہ ہوتا ہے کہ اونکی صحبت میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے۔ اور اونکی اور علامات بھی ہیں سب کے مجموعہ سے اونکی ولایت پر اور اسپر کہ یہ استفادہ کے لائق ہیں استدلال کیا جاتا ہے۔

۱۲۷

الحدیث ایاکم والغلو فی الدین فانه هلك من کان قبلکم بالغلو فی الدین (حم) ك عن ابن عباس رض **ف** فیه ما علیه المحققون من رعایة الاعتدال فی کل شئ من العبادات والعادات وهو مما یرجی الدوام علیه المطلوب فی الدین اما الغلو فمما یورث الملال والکلال وهو یفضی احیانا الی ترك الاعمال فالغلو تکثیر للعمل حالا وتقلیله مآلا وهو معنی خیر الامور اوسطها وورد عین هذا اللفظ فی کنوز الحقائق عن ابن سمعان

حدیث دین میں غلو کرنے سے بچو پہلے لوگ دین میں غلو کرنے ہی سے ہلاک ہوئے **ف** اس میں وہی مسلک ہے جس پر محققین ہیں کہ تمام عبادات و عادات میں اعتدال کی رعایت رکھتے ہیں اور اسی پر دوام کی بھی امید ہوسکتی ہے جو دین میں مطلوب ہے باقی غلو سے ملال اور کلال پیدا ہوتا ہے اور اوس سے کبھی ترک عمل کی نوبت آجاتی ہے سو غلو فی الحال تو عمل کی تکثیر ہے اور فی المآل عمل کی تقلیل ہے اور یہی معنی ہیں خیر الامور اوسطہا کے

اور کنوز الحقائق میں بعینہ حدیث اسی لفظ سے وارد ہوئی ہے۔

الحدیث ان اخاف علیکم فیما لا تعلمون ولکن انظروا کیف تعملون فیما تعلمون (حل عن ابی ہریرۃ رض) ف فیہ ما علیہ القوم من الاعتناء بالعمل اشد منہم بالعلم ۶

حدیث امت میں تمہاری متعلق اون چیزوں سے زیادہ اندیشہ نہیں کرتا جسکا تمکو علم نہیں (کیونکہ علم کی کمی میں جو کوتاہی ہو جاتی ہے وہ بیباکی کی وجہ سے نہیں اسلئے جرم خفیف ہے) لیکن یہ دیکھو کہ جن چیزوں کا تمکو علم ہے اونمیں کیسا عمل کرتے ہو ف اس میں وہی طریق ہے جسپر صوفیہ ہیں کہ عمل کا اہتمام علم کے اہتمام سے زیادہ کرتے ہیں۔

اہتمام العمل من العلم

الحدیث الایمان بالقدر یذہب الہم والحزن (ک) فی تاریخہ والقضاعی عن ابی ہریرۃ (رض) ف فیہ علاج الامراض النفسانیہ بالتدبیرات الشرعیۃ وھو کالعادات الشائعۃ فی القوم و یقاس سائر الاعمال الشرعیۃ علی الایمان بالقدر وسائر الغوائل علی الہم والحزن والحمد للہ تعالی 128

انتہت ھٰہنا الاحادیث المقصودۃ من الجامع الصغیر وکنوز الحقائق المذکورۃ فی حرف الالف لسبع عشرۃ من ربیع الاول ۵۵ھ

حدیث تقدیر پر ایمان رکھنا سبب افکار و غموم کو دور کردینا ہے ف اس میں تدابیرات شرعیہ سے (جن میں ایمان بالقدر بھی داخل ہے) امراض نفسانیہ کا (جن میں ہم وحزن بھی داخل ہے) علاج ہے اور یہ صوفیہ میں منجملہ عادات شائعہ کے ہے کہ اپنے متعلقین کو خاص خاص رذائل کے معالجہ کے لئے خاص خاص مناسب اعمال بتلاتے ہیں اور ایمان بالقدر پر اور اعمال کو اور ہم وحزن پر دوسری نفسانی خرابیوں کو قیاس کیا جاویگا۔ الحمد للہ تعالی آخر عشرہ وسطی ربیع الاول ۵۵ھ کو جامع صغیر وکنوز الحقائق کی احادیث مقصودہ حرف الف کی ختم ہوئیں۔

الایمان بالقدر یزیل الہم

اطلاع ضروری متعلق تبدیل طرز رسالہ (جو تاریخ مذکورہ بالا سے ایک سال بعد تجویز کیگئی)

چونکہ اس کے بعد بعض مقتضیات کے سبب جن کا بیان اس کے بعد کے حصہ کے خطبہ میں آوے گا بقیہ رسالہ کو صرف اردو میں لکھنے کا ارادہ ہے اسلئے طرز بدلنے کے سبب یہاں تک یعنی ختم حرف الف تک حصہ سوم اور مابعد سے یعنی حرف با سے حصہ چہارم قرار دیا جاتا ہے

وباللہ الاعتصام فی کل بدء وختام۔ تمت

۲/۶۹